# عودِ ہندی

## مجموعہ

## رقعاتِ مرزا غالب مرحوم

بفرمائش

شیخ مبارک علی تاجرِ کتب

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

بمطبع کریمی لاہور میں باہتمامِ میر قدرت اللہ چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# چودھری عبدالغفور سرور کے نام

## (۱)

چودھری صاحب شفیق مکرم کی خدمت میں بعد ارسال سلام مسنون عرض کرتا ہوں
کہ آپ نے ذرہ پروری اور درویش نوازی کی ورنہ میں سزاوار ستایش نہیں ہوں ایک
سپاہی زادہ ہیچدان اور پھر دل افسردہ و رواں فسردہ ہاں ایک طبع موزوں اور فارسی
زبان سے لگاؤ رکھتا ہوں اور یہ بھی یاد رہے کہ فارسی کی ترکیب الفاظ اور فارسی اشعار
کے معنی کے پرواز میں میرا قول اکثر خلاف جمہور پائیے گا اور حق بجانب میرے ہوگا
پہلے میں حضرت سے پوچھتا ہوں کہ یہ صاحب جو شرحیں لکھتے ہیں کیا یہ سب ایزدی سروش
ہیں۔ اور ان کا کلام وحی ہے اپنے قیاس سے معنی پیدا کرتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ
ان کا قیاس غلط ہے مگر یہ بھی کوئی کہہ نہیں سکتا کہ جو کچھ یہ فرماتے ہیں۔ وہ صحیح ہے۔ اسی
چھاپے میں کہ جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں منکہ باشم عقل کل الخ اس شعر کی شرح کو ملاحظہ کیجیے۔
عبارت وہ تعقید سے لبریز کہ مقصود شارح کا سمجھا بھی نہیں جاتا اور جب غور و تامل کے بعد
سمجھ لیجیے تو وہ معنی ہرگز لائق اس کے نہیں ہیں کہ فکر سلیم اس کو قبول کرے پھر احسان تو
بشگافتہ الخ اس مصرعہ کی توجیہ کتنی بے مزہ اور بے نفع ہے عرفی کو کہاں سے لاؤں
جو اس سے پوچھوں کہ بھائی تو نے اس شعر کے کیا معنی رکھے ہیں قصہ کوتاہ نظم
دیوانگری محبت تو ✤ کامروز مسلم است مارا ✤ بیگانہ ز تاج کرد تارک ✤ آوارہ ز کفش کرد پارا
جیسا کہ دوسرے شعر کے مفہوم کو شارح کہتا ہے کہ دیوانگی میں یہ حالت بعید نہیں ایسا ہی

اگر کوئی کہے کہ منصب دیوانی سے مبالغہ بعید ہے تو پھر شارح کیا جواب دیگا۔ ہاں یہ کہے گا
کہ غلبۂ محبت میں پاس وضع نہ رہا اور دیوان جی صاحب کچہری سے ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل
بھاگے ہم نے مانا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ دیوانگی کیوں نہ لکھیں کہ دوسرے شعر کے معنی بلا تکلف
منطبق ہو جائیں اور توجیہات درمیان نہ آئیں فقیر کے نزدیک دیوانگی محبت تو صحیح اور
بے تکلف ہے اور دیوانگی و محبت تو غلط محض اور دیوانگری محبت تو تکلف محض دیوانگی
اور محبت دو صفتیں کیوں جمع کریں۔ غور کیجئے عطف کا واو یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص پہلے
سے دیوانہ تھا اور پھر اُسی حالت میں اُس کو محبت پیدا ہوئی دیوانگی میں تاج و کفش بیجا تھی
محبت پیدا ہونیکے بعد یہ حالت طاری ہوئی کیا بے مزہ توجیہ ہے ہاں دیوانگی محبت یعنی وہ جنو
جو فرط محبت میں بہم پہنچا اُس نے اِس احوال کو پہنچایا۔ فقیر دیوانگی محبت کہیگا اور دیوانگی و محبت
کہنے کو منع کریگا۔ اور دیوانگری محبت کہنے کو نہ مانع آئے گا نہ تسلیم کریگا زیادہ اِس سے کیا
عرض کروں۔ یادآوری اور مہر گستری کا شکر بجالاتا ہوں۔ اور بس +

اب یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی طرف ہے اپنے
مخدوم و مطاع حضرت صاحب کی خدمت میں بندگی عرض کرتا ہوں اور حیران ہوں کہ اور کیا کہوں
یہ مدعا چودھری صاحب کی تحریر سے معلوم ہوگیا تھا اُسکا جواب لکھا گیا حضرت کے دستخط خاص کی
لکھی ہوئی عبارت سے جو سمجھتا ہوں اُسکا جواب لکھتا ہوں اور جو مجھ سے نہیں پڑھا گیا وہ تعویذ بازو کر
رکھتا ہوں اگر بفرض محال کبھی ملاقات ہوگی تو آپ سے دریافت کرکے پاسخ گزار ہونگا ہاں حضرت سچ ہے
میر ابن حسن خاں میرے دوست ہیں اور مرزا عباس میرا بھانجہ فتنہ و فساد کے زمانے میں بلگرام میں رہا اور اب وہ
فرخ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہے آپکی اور بھائی منشی نبی بخش صاحب کی ملاقات سے میرا دل بہت خوش ہوا یاد رہے
سخن فہمی اس بزرگوار کا حق ہے اب آگرہ میں بیکار اور پنشن کے اُمیدوار ہیں ؏ تا ہر چہ گفتی از تو مکرر شنودمی شاید ہے
کی رعایت سے کہ وہ بیائے مجہول ہے یعنی بیشتر اکثر صاحب گفتی کو بھی بیائے مجہول پڑھتے ہیں تاکہ
میگفت کے معنی پیدا ہوں اس صورت میں خطاب سے بطرف غیب کے رجوع کرتے ہیں۔ اور گفتی

بیائے معروف سے صیغۂ واحد حاضر ہے ازمنہ میں سے اشعار زمانہ ماضی رکھتا ہے اور شدن اور شو یہ
سب استقبال کے مقتضی ہیں اور معروف گفتی ماضی ہے پس اگر گفتی بیائے معروف کہیے تو اوپر کے مصرع میں
بُدی کہنا ہوگا۔ بودی کا مخفف خلاصہ یہ کہ اگر وہاں بُدی کہئے تو یہاں گفتی بیائے معروف بے تکلف
درست اور بیائے مجہول غلط ہے۔ اور اگر وہاں شدے کہئے تو یہاں گفتے بیائے مجہول کہیئے غیبت اور خطاب کا
تفرقہ مٹا دیجئے گفتے بیائے مجہول میں خطاب حاضر مقرر رہتا ہے اور تو کا لفظ جو قریب ہے وہ اس معنی کو ہاتھ سے
جانے نہیں دیتا نظائر اسکے فارسی میں بہت ہیں رباعی کے باب کی پرسش ہرگز نہ ہے نہیں کہی یا یہ حد ادب

(۲)

بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا فارسی کی تکمیل کیواسطے اصل الاصول مناسبت
طبیعت کی ہے پھر تتبع کلام اہل زبان لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے
اسکے کہ انکو موزونی طبع کا نتیجہ کہیئے اور کسی تعریف کے شایان نہیں ہیں نہ ترکیب فارسی نہ معنی نازک
ہیں الفاظ فرسودہ عامیانہ جو طفال و بستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ
منشی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید و طواط اور انکے امثال و
نظائر کا کلام بالاستیعاب دیکھا جائے اور انکی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ
لیجائے تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے منکہ باشم اسکی جو شرح چھاپہ میں لکھی ہے اسکو ملاحظہ
کیجئے اور معنی میرے خاطر نشان کیجئے تو میں سلام کروں پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیئے کہ انداخت بیان
انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کہ
ٹھہراؤ گے تو بے شبہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے ایک ناوک انداز ادب اور ایک مرغ اوصاف
تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اسکے معنی سنیئے من انداختہ کا
مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی ناوک انداز ادب موزیعنی استاد مرغ توصیف تو
فاعل مجھ کو کہ عقل کل کا استاد ہوں تیرے مرغ توصیف نے اوج جہان سے گرا دیا عقل کل
تک کہ وہ علویوں میں اعلیٰ ہے اسکا ناوک پہنچ سکتا تھا مگر مرغ اوصاف اس مقام پر ہے کہ جہاں

اس ناوک انداز کو ناوک پہنچانے کی گنجایش نہیں اوج بیان سے گرنا عاجز آجاتا ہے اور قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گر گیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعویٰ قدرت مصرعہ ایثار تو بردوختہ چشم و دہن آز + اسکے تو معنی وہی ہیں جو چھاپہ میں لکھے ہیں مصرعہ ثانی کی شرح میں گمراہ ہو گیا مصرعہ احسان تو ہر قطرہ دریا بشگافت + تاہم بقید حساب نیاید ہیچمدان اس معنی کے معنی نہیں سمجھا سیدھی بات ہے مگر خیال میں جب آئیگی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہوں کمال ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کم تحقیق آتی ہے لعل و دُر کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہجانا نئی نئی طرح سے باندھا ہے چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیر الدولہ والی ٹونک کو بھیجا تھا اس میں کے دو شعر آپ کو لکھتا ہوں نظم ناموس نگہداشتی از جود بگیتی + جز پردگیان حرم معدن و یم را وقت ست کہ این قوم بہر کوچہ و بازار + پرسند ز ہم منشار رسوائی ہم را + پردگیان معدن و یم لعل و گوہر وہ جو کثرت ایثار سے کوچہ بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں وہ باہمدیگر دردمندانہ گفتگو کرتے ہیں کہ اس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبروئیں بچائیں ہمکو اس قدر بے حرمت اور ذلیل کیوں کر رکھا ہے قطرہ دریا کا حساب کیواسطے چیرنا بے حساب ہے مقولہ عرفی کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے وہ بخشدیئے اور بخشش کا ذوق باقی چونکہ قطرہ میں بالقوہ استعداد موتی ہو جانے کی ہے تو اس احتمال سے ہر قطرہ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ آویں تو وہ سائلوں کو دیئے جاویں پہلے مصرعہ میں حرص کا سیر کر دینا موافق مسلمات شعر ممتنع اور اسکا فرع میں آنا اغراق دوسرے مصرعہ میں باحتمال استعداد بالقوۃ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گذر کر تبلیغ و غلو ہے +

یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم کی طرف ہے مخدوم مکرم و مطاع معظم قبلۂ دیدہ و دل کہ جو میرے اور اپنے ملنے کو از قسم فرض محال نہیں مانتے ہیں خدا کرے ایسا ہی ہو جیسا وہ جانتے ہیں تقصیر معاف ہو اگر دنیا میں ظہور ہر امر بحسب مساعدت اسباب ہے تو اس تمنا کا حصول بانداز عادہ شناسی کوئی وجہ

نہیں پاتا آپکے یہاں تشریف لانیکی اور کوئی صورت نہیں نظر آتی میرے وہاں آنیکی اگرچہ خیر امکان
سے باہر نہیں مگر وقوع میں تامل ہے اب جو بھائی منشی نبی بخش صاحب کو خط لکھونگا تو آپکا سلام
ضرور لکھ دونگا آپنے احباب البعاض کی خیر و عافیت عموماً لکھی بالتخصیص حضرت شاہ عالم صاحب کا
سلام نہ لکھا گیا وہ وہاں نہیں ہیں اگر اور کہیں ہیں تو اُنکا حال مجھکو لکھئے اور اگر وہاں ہیں تو میرا سلام
اُنکو کہیئے رباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اسکا ایک وزن معین ہو عرب میں دستور نہ تھا سوائے
عجم کے یہ بحر ہزج میں سے نکالا ہی مفعول مفاعلن فعولن ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور اس
وزن پر فعلن بڑھا دیا ہی مفعول مفاعلن فعولن فعلن زحافات اسمیں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے
نزدیک چوبیس ہیں اور وہ سب جائز اور روا ہیں اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہی رباعی پیچ ہی کہ سوائے اس بحر کے
اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور حسن مطلع کو رباعی کہتے ہیں اس راہ سے کہ مصرع چار ہیں کہو
ورنہ رباعی نہیں ہے نظم ہے قدما کو بیشتر اسکا التزام تھا کہ ہر مصرعہ میں قافیہ رکھتے تھے خاقانی برعایت صنعت
ذو قافیتین کہتا ہی شعر من بودم و آن نگار روحانی روی + افگندہ دراں دو زلف چوگانی گوئی + حلقے
بدر ایستادہ خاقانی جوئی + من در حرم وصال سبحانی گوئی + میں پانچ سات برس سے بہرا ہو گیا ہوں ایک رباعی
چار قافیہ کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے بے رعایت صنعت ذو قافیتین رباعی دارم دل شاد و دیدۂ
بینائی + ورکری گوشم بنود پروائی + خوبست کہ نشنوم زہر خود رائی + گلبانگ انا ربکم الاعلائی + فقیر اس
باب میں متعصب ہے اور وزن کی دو بیت میں قافیہ والی کو رباعی نہ کہیگا نثر عاری نہ قافیہ نہ وزن نثر
مسجع قافیہ موجود وزن مفقود مگر اس میں ترجیع کی رعایت ضروری یعنی فقرہ کے الفاظ مماثل اور
ملائم ہمدگر ہوں اور اگر یہ بات نہو گی اور صرف قافیہ ہو گا تو اسکو مقفی کہیں گے نہ مسجع نثر مرجز وہ ہی کہ
وزن ہو اور قافیہ نہو جب آپ لالہ فتیل کے گڑھے ہوئے فقرے دیکھ چکے ہیں تو مجھکو فقرہ تراشی کی تکلیف
کیوں دیتے ہیں زمانہ گذشتہ میں بھائی ضیاء الدین خان صاحب نیر تخلص ایک مختصر سا دیوان حضرت نظامی
کا مجھکو دکھلانے لائے تھے اس میں نثر مرجز بھی میں اُسدن نواب مصطفٰے خاں حسرتی شیفتہ کو خط لکھا
چاہتا تھا اُسی وضع پر خط لکھا اور وہ خط بیچ آہنگ میں ہے مگر میں نے اُس طرز میں بمقتضائے شوخی

طلبع یہ بات کی ہے کہ ایک جگہ جو فقرے مقفیٰ ہو گئے ہیں اور وہ لفظ مجھکو پسند آئے ہیں تو میں نے اُس کو یوں ہی رہنے دیا ہے اِس کو دستور میں تصور نہ کیجیے گا وہ رقعہ یہ ہے رقعہ ہاں خواجہ بے پرواہ من بندہ کہ غمناکم وز غصہ جگر چاکم خواہم سخنے گفتن آن روز کہ میر فتند آن نامہ فرستادند کز دیدن آن خون شد دل تا جگر ازانده گفتم چہ کنم غالب چون کار دگرگوں شد می بایدم اینک رفت تا عذر سخن خواہم چوں گرد دو غباری بود رفتن نتوانستم آن ذوالنشام آمد لا بلکہ سیہ ترش سر ماندہ ببالین بر چوں غم زدگان خفتم ہی ہی چہ تواند جفت آن خستہ کہ غمخوارش بر زخم نمک ریزد در دیدہ بیدارش شورابہ روان باشد چوں از افق شرقی خورشید درخشندہ ناگاہ سری بر زد آتش بجہان در زد مرغ سحری پر زد رفتم بجگر کاوی و آن راز نہانی را از دل بزبان دادم در صورت تنہائی بے پردہ چہ ہمرازان نی آمد و ہمدم شد چندان کہ دم اندرونی از مہر دمیدم من چون من بنوا آمد و آن نالہ کہ بر لب بود از باطن سر زد آمدم کہ نفس بلنی زینگونہ کشاکش کرد یک کاغذ نانوشتہ بود دست بدستم در چون نالہ نمودی داشت زاں شعلہ کہ دودی داشت بر صفحہ نشانہا ماند گفتم مگر این صفحہ غمنامہ رازستی فہرست نیازستی باید کہ فرو پیچم وانگہ در بر نشانمندی زمی خواجہ روان سازم کوتاہ کنم گفتن آن نامہ کہ من گفتم حجاب در والا بردند و روان کردند ہر چند در اندیشہ پیداست کہ خوش باشد با خواجگی استغنا با این ہمہ خوش نبود پوزش نہ پذیرفتن امروز سحرگاہاں روشن گہر آن نیر کش روح در روان دانم بل خوشتر ازاں دانم دیوان نظامی را آور د بسوئے من زینگونہ نواہا بود در پردہ گفتارش کز ذوق بہنجارش ایں زمزمہ سر کردم والا گہر اکبر خاں خوانند سلام از من +

(۳)

بندہ پرور آپ کا تفقد نامہ محررہ پندرہ نومبر آج پنجشنبہ کے دن اٹھارہ نومبر کو یہاں پہنچا مارہرہ کا خط دلی چوتھے دن آیا ہر دلی کا خط مارہرہ دیر میں کیوں پہنچتا ہی لو تمہاری خوشی اب کے یہ خط بیرنگ بھیجتا ہوں مگر مجھکو اطلاع دیجیے گا کہ یہ کس دن پہنچا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو یہاں فساد شروع ہوا میں نے اُسی دن سے گھر کا دروازہ بند اور آنا جانا موقوف کر دیا بے شغل زندگی بسر نہیں ہوتی اپنی سرگذشت لکھنی شروع کی جو سنا گیا وہ بھی ضمیمہ سرگذشت کرتا گیا مگر بطریق لزوم مالا یلزم اسکا التزام کیا ہے کہ

بزبان فارسی قدیم جو دساتیر کی زبان ہے اُسمیں یہ نسخہ لکھا جائے اور سوائے اسمائے کے کہ وہ نہیں بدلے جاتے کوئی لغت عربی اُسمیں نہ آوے چنانچہ ایک نسخہ آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں ۔ مگر یہ نذر ہے جناب قبلۂ وکعبہ حضرت صاحب عالم صاحب کی اور چونکہ وہ آپکے بزرگ ہیں جرأت نہ کرسکا کہ آپکی نذر کروں اور بیر میں ان کو مشترک رکھوں نذر اُن کی ہے اور فیض یابی آپکے مطالعہ سے ہیہات یہ کاتب اساتذہ کے کلام کو کیا بگاڑ دیتے ہیں گویا مسخ کر دیتے ہیں اُن سے بعید نہیں لیکن تم سے اور حضرت صاحب سے بعید ہے کہ سہو کاتب کا نہ سمجھ لیا ع من آن دریائے آشوبم کہ از تاثیر خاصیت * دو کانوں کا علی التواتر آنا دوسری بات ہے دریائے آشوب کیا ٹکسال باہر لفظ ہے استعارہ بالکنایہ صحیح مگر یہ محل نہیں ہے یہاں تو دریا چاہیئے بے شائبہ استعارہ و کنایہ عیاذاً باللہ عرفی اگر ایک بڑا قدح بھنگ کا یا ایک بوتل شراب کی پیے ہوئے ہوتا تو بھی یوں نہ لکھتا اس غریب کا مصرعہ یوں ہے ع من آن دریا پر آشوبم کہ از تاثیر خاصیت * دریا موصوف پر آشوب صفت دوسرے مصرعہ کا کاف صفت کی تفسیر

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف اُمیدوار ہوں کہ میرے ہم عمر مرشد میرے ہم فن مخدوم میری تقصیر معاف کریں اگرچہ تریسٹھ برس کی عمر میں بہرا ہو گیا ہوں پر بینائی میں فتور نہیں عینک سے اعانت چاہنی منظور نہیں باوجود حدت بصر بسبب نقص فہم کے دستخطی عبارت مجھ سے پڑھی نہیں جاتی آگے جو دوبارہ میں نے جواب لکھا ہے صرف قرائن ملحوظ رکھے ہیں ورنہ عبارت باستیفا مجھ سے نہیں پڑھی گئی آخر چودہری صاحب تو آپکے معتقدوں میں بمنزلہ عزیزوں کے ہیں جو آپ فرمایا کریں وہ انہیں الفاظ کو لکھدیا کریں اب سب عبارت کا جواب لکھونگا کہ کتاب کی رسید اور اُس مطلب کا اعادہ تحریر بدستخط چودہری صاحب میرے پاس آجائیگا زیادہ حد ادب *

(۴)

جناب چودہری صاحب آپکا عنایت نامہ اُس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبد الرحیم خاں کوئی نامی اور نام آور آدمی نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں ۔ اب طبابت کرنے

لگے ہیں سیکے بھی آشنا ہیں مگر صرف سلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سو اُنکا حال مجھکو کچھ معلوم نہیں
کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم
چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ مجھ سے
نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپکا خط پھر آپکو بھیجتا ہوں حضرت سے کچھ نہ فرمائیگا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے
نقل کرکے مجھکو بھجوائیگا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام پہنچے۔

(۵)

جناب چودھری صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں اور شکر احسان بجالاتا ہوں۔ اور
حاشا اور حاش للہ کے جواب کو حوالہ اُن سطور پر رکھتا ہوں کہ جواب جناب حضرت کے ارشاد کے
جواب میں لکھونگا آپکو اتنا لکھنا اور کافی ہے کہ اپنے عم والاقدر جناب چودھری غلام رسول صاحب
کو فقیر کا سلام نیاز پہنچا دیجئے اور جناب عطا حسین صاحب عطا کو بھی سلام کہیئے +
اب خطاب جناب حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف ہے پیر و مرشد قلم کا کام زبان سے لینا
یعنی تحریر کے مطالب کو پڑھنا اور پڑھا دینا آسان ہے اور زبان کا کام قلم سے لینا دشوار ہے یعنی جو کچھ
کہا چاہیئے اُسکو کیونکر لکھا چاہیئے وہ بات کہاں کہ کچھ میں نے عرض کیا کچھ آپنے فرمایا دو چار باتوں
میں جھگڑے نے انجام پایا خیر و دولت ہمزبانی کہاں میسر آپکے حکم بجالانے کو اپنا شرف جانتا ہوں
اور عرض کرتا ہوں کہ نظامی اب ایسا ہوا کہ جبتک فرید آباد کا کھتری دیوانی سنگھ ثم متخلص بہ قتیل جسکو
حضرت نے مرحوم لکھا ہے اُسکی تصدیق نہ کرے تب تک اُس کا کلام قابل استناد نہو قتیل اساتذہ سلف کے
کلام سے قطعاً آشنا ہی نہیں اُسکے علم فارسی کا ماخذ ان لوگوں کی تقریر ہے کہ نواب سعادت علی خاں کے وقت
میں ممالک مغربی کی طرف سے لکھنؤ میں آئے اور ہنگامہ آرا ہوئے بیشتر سادہ کشمیری یا کابلی و قندھاری
دیگر اتفاقاً کوئی عامہ اہل ایران میں سے ہو مانا کہ عظماے ایران میں سے بھی کوئی ہوگا۔ تقریر
اور ہے تحریر اور ہے اگر تقریر بعینہٖ تحریر میں آیا کرے تو خواجہ بقراط سے اور شرف الدین علی یزدی
اور ملا حسین واعظ کاشفی اور طاہر وحید یہ سب نثر میں کیوں خون جگر کھایا کرتے وہ سب طرح کی نثریں جو لالہ

دیوانی سنگھ قتیل متوفی نے بتقلید اہل ایران لکھی ہیں نہ رقم فرمایا کرتے یہ شخص مدعی ہے کہ کدہ کا لفظ سوائے پانچ چار اسم کے اور اسم کے ساتھ ترکیب نہیں پاتا۔ پس آرزوکدہ اور دیوکدہ اور نشترکدہ اور امثال اسکے جو ہزار جگہ اہل زبان کے کلام میں آیا ہے وہ نادرست ہے میں اور آپ بیٹھیں اور اسکے خرافات پڑھے جائیں اور جو میں عرض کروں اُس پر حضرت غور فرمائیں تب معلوم ہو کہ یہ کتنا لغو اور فارسی دانی سے کتنا بیگانہ ہے آدم برسر مدعا نثر مرجز اُس کو کہتے ہیں کہ وزن اور قافیہ نہو مقابل مقفیٰ اکے کہ قافیہ ہو اور وزن نہو اور یہاں یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ وزن میں قید منظور نہیں مثلاً حضرت نظامی علیہ الرحمۃ کی نثر کا وزن یہ ہے مفعول مفاعیلن حضرت ظہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ع انیش سمر دیگ گلشن فتح خنجر تش ماہی دریا ئے ظفر یہ نثر مرجز ہے وزن اسکا فعلاتن فعلاتن فعلن کا انہوں نے مقفیٰ کرنے کیواسطے صورت بدل دی ہے اور کچھ تصرف کیا ہے کہ نثر نہ مرجز رہی نہ مقفیٰ اچنانچہ اساتذہ فن لَن تَنالوا البِرّ حَتّیٰ تُنفِقُوا اِس آیت سراسر ہدایت کو نثر مرجز کہتے ہیں اور اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ویرزق من حیث الا یحتسب اسکا وزن فعولن فعولن فعول بندہ کی تحقیقات یہی ہے کہ نثر تین قسم پر ہے مقفیٰ قافیہ ہے اور وزن نہیں مرجز وزن ہے اور قافیہ نہیں عاری وزن ہی نہ قافیہ مسجع ہی مقفیٰ قافیہ ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ طلائم اور مناسب ہمارگر ہوں نظم میں یہ صنعت آپڑے تو اُسکو مرصع کہتے ہیں اور نثر اس صنعت پر مشتمل ہو تو اُس کو مسجع کہتے ہیں اس قاعدہ کو نہ عبدالرزاق بدل سکتا ہے نہ صاحب قلزم مفننگانہ نہ قطرہ ہی بے سروپا حاشا وحاش للہ کلام اہل عرب میں اُسی طرح ہے جس طرح آپ فرماتے ہیں مگر پارسیوں نے ازراہ تصرف کے بمعنی زنہار قرار دیا ہے یعنی تاکید اگر منفی پر آئے تو نفی کی تاکید اور مثبت پر آئے تو اثبات کی تاکید میں کسی کلمہ کا استعمال نہیں کرتا جبتک اہل زبان کے کلام میں نہیں دیکھتا عیشی بیچارہ لایق اس کے نہیں کہ مستند علیہ پڑے مگر یہ لفظ غلط نہیں لکھا اُس غریب نے حضرت قبلہ فارسیوں کے تصرفات اگر دیکھئے تو حیران رہ جائیے مجھکو اسوقت کہاں یاد ہے اور کتاب کے نام تو کوئی ورق بھی لکھا ہوا میرے پاس نہیں جانتا کا کوئی شعر موکد نفی اگر یاد آجائیگا تو آپکو لکھا جائیگا شعر ہرزہ مشتاب وپی جادہ شناساں بردار

اے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت * یہ مثنوی جس میں یہ مصرعہ ہے ع حاش للہ کہ بد نمیگویم *
کلکتہ میں مینے لکھی ہے پانچہزار آدمی فراہم تھے اور جو اعتراض مجھ پر کئے تھے اسمیں سے ایک اعتراض تھا
کہ ہمہ عالم غلط ہے یعنی ہمہ کا لفظ عالم کے لفظ کیساتھ ربط نہیں پا سکتا قتیل کا حکم یوں ہی عرض کیا گیا کہ حافظ
کہتا ہے مصرعہ ہمہ عالم گواہ عصمت اوست سعدی کہتا ہے ع عاشقم بر ہمہ عالم کہ ہمہ عالم از وست ۔ غرض اس تحریر سے
یہ ہے کہ یہ مثنوی وہاں لکھی گئی اور ایک ایک نقل مولوی کرم حسین بلگرامی اور مولوی عبد القادر رامپوری
اور مولوی نعمت علی عظیم آبادی اور انکے امثال اور نظائر کے پاس بھیجی گئی اگر یہ لوگ جگہ پاتے تو میری کھال
اُدھیڑ ڈالتے اب ایک نسخہ ہی ابطال ضرورت اگرچہ صاحب اُس کا ہندی ہے بلکہ ہندو ہے مگر قابل ہے اچھا ہے
دیکھیے اساتذہ کیا تصرفات نمایاں کر گئے ہیں مینے آج تک اُردو میں انتظاری بمعنی انتظار نہ آپ لکھا
نہ اپنے شاگردوں کو لکھنے دیا اساتذہ مسلم الثبوت کے ہاں فارسی میں موجود ہے حاشا ایسا نہیں مگر ان
میں فارسی والوں کو تامل ہو زیادہ حد ادب *

(۶)

جناب چودہری صاحب آپکو بعد ابلاغ سلام آپکے خط کے پہنچنے سے آگہی دیتا ہوں اور یہ بھی
آپکو معلوم رہے کہ آپکے چچا صاحب کے خط کا جواب اس سے آگے بھیج چکا ہوں میں نہیں آ سکا یہاں پنشن کا مقدمہ
پیش ہے کبھی صاحب کمشنر بہادر کے پاس کبھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس جانا ہوتا ہے خود نہ جاؤں تو یہ
خیال رہتا ہے کہ خدا جانے کس وقت بلا بھیجیں یا کس وقت کوئی پیش آجائے باقی جینے سے وہ رزق کہ جو مقوم
جسم اور عرض روح تھا سو دب گیا کھا ڈالا اور کیونکر جیوں للہ الحمد کہ گنہگار نہیں مگر وہ پنشن گورنمنٹ کے
پولٹیکل کے سررشتہ سے مقرر کی ہوئی ہے سو دہلی کی ایجنٹی کا دفتر فرد و فرد لٹ گیا کوئی کاغذ باقی نہیں رہا
اب یہ شہر پنجاب احاطہ میں ملگیا پنجاب کا نواب لفٹنٹ گورنر بہادر یہاں کا صدر ٹھہرا اس دفتر میں ہی سے رہا کہ میری
معاش کا میری عزت کا نام نشان نہیں ہے ایسے پیچ پڑگئے ہیں کچھ نکل گئے ہیں کچھ باقی رہے ہیں یہ بھی نکل جائینگے ع

کارہا آسان شود اما بہ صبر

یہاں سے روئے سخن صاحب عالم صاحب کی طرف ہے جناب رفعت مآب مولائی و مرشدی تسلیم

قبول کریں اور اس تحریر سے جواب میرے پاس بھیجی ہو مجھکو شاد ان اور اپنے بخت اور قسمت پر ناز ان تصور فرمادیں سب سمجھا اور سب مطالب کا جواب لکھتا ہوں پہلے اپنا ایک شعر کمال گستاخی کو کافر ماکر لکھتا ہوں اور یہ نہیں لکھتا کہ یہ شعر میں نے کیوں لکھا ہی، شعر یہ ہے شعر مرا بغیر زبک جنس در شمار آورد فغاں کہ نیست زبرواں فرق تا نگمش * بہرحال حضرت کو معلوم ہے کہ میں اہل زبان کا پیرو اور ہندیوں میں سوا امیر خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں جبتک قدما یا متاخرین میں مثل صائب و کلیم و اسیر و حزین کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا اُس کو نظم اور نثر میں نہیں لکھتا جن لوگوں کے محقق ہونے پر اتفاق ہے جمہور کو انکا حال کیا گزارش کروں ایک اُن میں صاحب برہان قاطع ہے اب ان دنوں میں برہان قاطع دیکھ رہا ہوں اور اُس کے فہم کی غلطیاں نکال رہا ہوں اگر زیست باقی ہے تو ان نکات کو جمع کر کے اُس نسخہ کا نام قاطع برہان رکھوں گا۔ مصرعہ۔

کجا بودم منزل کجا تاختم

شعر فردوسی میں انگبین و شہد اور شعر استاد میں حرص و آز واقعی بادی النظر میں زائد معلوم ہوتا ہے شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آز کو کیا کیجئے گا میں عرض کرتا ہوں کہ وہاں بھی خشم و آز ہے ہر گز حرص و آز نہیں ہے حکما اور صوفیہ قوت غضبی اور قوت شہوی کی تعدیل میں محنتیں کرتے ہیں قوت غضبی کی اصلاح سے فضیلت شجاعت اور قوت شہوی کی اصلاح سے فضیلت عفت حاصل ہے اور یہ مسئلہ علم اخلاق میں مبرہن ہی وہ دیدہ من حرص و آز بے معنی محض اُستاد کو بدنام کیا ایک اسم سے دو مسمی تراشے واحد حقیقی کا تثنیہ اس سے علاوہ مرد عارف حکیم نے قوت شہوی کی اصلاح کا ذکر کیا اور قوت غضبی کا مذکور بھی نہ کیا میں نے خود خشم و آز دیکھا ہے اور یہی بجا ہی شہد کی جگہ شیر اور حرص کی جگہ خشم درست میری رائے آپ کی رائے کے مطابق مگر گوگرد سرخ اور پیل سفید میں ساکت ہوں۔ یہ تقریر کہ گوگرد سرخ کمیاب اور پیل سفید نایاب ہے میرے دل نشین نہ ہوئی کبریت احمر اور کیمیا و عنقا ان سب کا ایک حکم ہے نظر اس قاعدے پر لعل سپید بہتر ہے اور کبریت احمر اور پیل سپید بے جوڑ ہے جیسے امیر خسرو کی انملیاں ایک قاعدہ اور عرض کرتا ہوں کم کا لفظ

اہل فارسی کی منطق ہیں کہیں افادہ معنی سلب کلی بھی کرتا ہے جیسے کم آزار یعنی نیازارندہ نہ یہ کہ کم آزارندہ کم ہمتا یعنی بے ہمتا بلکہ اندک کا لفظ بھی اِس طرح آتا ہے جیسا کہ میرا خاوند نعمت نظامی رحمۃ اللہ فرماتا ہے۔ شعر

پس و پیش چوں آفتابم یکے ست  فروغم فراواں قریب اندکی ست

یعنی قریب بالکل نہیں نہ یہ کہ کچھ ہے پس کمیاب اور نایاب ایک چیز ہے نظامی نے لعل سپید کہا ہے کسی صاحب طبع نے اسکو غلط سمجھ کر پیل سپید بنادیا ہے۔ انگبین و شہد ناب شاید مثل غم واندوہ مسرّت و فرحت ہو یا نہو مگر ناب ہی ہو بلکہ شیر ناب بہتر ہے لیکن حرص و آز تو کسی طرح درست نہیں عارف کا دعویٰ ناقص اور لغو رہا جاتا ہے اگر یہ قباحت لازم نہ آتی تو بھی ہم حرص و آز کو مسلم نہ رکھتے کسواسطے کہ غلام کا شبہ بکمال وضوح غم واندوہ وعدل وداد کا نظیر نہیں ہو سکتا ہاں انگبین و شہد کے جواز میں ہم مضائقہ نہ کریں گے مگر شیر ناب کو اُس سے اچھا سمجھیں گے شہد میوہ کی حلاوت کیواسطے اور شیرافزائش لطافت کیواسطے حاشا و حاش للہ کا جواب آغاز تحریر میں لکھ چکا آپکی اس نظیر لکھنے سے اِس کے جواز پر میرا یقین نہ بڑھا لو کشف الغطاء از دوست یقیناً نثر مرجز کے باب میں پیرو مرشد کو اتنا تامل کیوں ہے یہ جو نثریں آپنے لکھی ہیں سوائے اُس نثر کے کہ جس کو آگے لکھونگا یہ تو سب مسجع ہیں یعنی پہلے فقرہ کا ہر لفظ وزن میں موافق ہو دوسرے فقرے کے لفظ سے نظم میں یہ صنعت آپڑے تو نظم کو مرصع کہیں گے اور نثر میں واقع ہو تو نثر کو مسجع کہیں گے جو حضرت کہ اِس نثر کو مرجز کہتے ہیں وہ نثر مسجع کی مثال ہم کو دیں زنہار زنہار یہ نثر مرجز نہیں مسجع ہے۔ ہاں یہ نثر مرجز ہے صاحبا مشفقا شفیق دلی زید الطافکم الی الابد بعد تبلیغ بندگی و نیاز برضمیر منیر روشن باد + اگر وہ نثر جس کو میں نے مسجع کہا ہے مرجز ہے تو اِس کمبخت نثر کا کیا نام ہے نہیں وہ مسجع ہے اور یہ مرجز ہے میں تو بہت مختصر مفید لکھ چکا ہوں آپ مانیں نہ تو کیا کروں وزن نہ ہو قافیہ ہو وہ مقفیٰ وزن ہو قافیہ نہ ہو وہ مرجز ہے الفاظ فقرہ تین وزن میں برابر ہوں وہ مسجع اِس صنعت کو بیشتر نثر مقفیٰ میں صرف کرتے اور چاہو قافیہ کا

التزام نہ کرد بہر رنگ اقسام ثلثہ نثر ہی ہے حضرات نے نثر مسجع کو مرجز کہا ہے جواب وہی ہے۔
کہ اگر مرجز یہ ہے تو مسجع کس نثر کو کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ مجھکو علم نہ یارائے کلام قتیل لکھنوی اور
غیاث الدین ملائے مکتبی رامپوری کی قسمت کہاں سے لاؤں کہ تم جیسا شخص میرا معتقد ہو اور
میرے قول کو معتبر سمجھے بعد اتمام خط کی تحریر کے خیال آیا کہ شاید کسی بات کا جواب رہ نہ گیا ہو
میں نے آپکے خط کو دیکھا اور ایک بات دستور شگرف کی عبارت میں نظر آئی مرجز کلامیست
منثور کہ وزن دارد و سجع ندارد اس تعریف کو دیکھئے اور نمونہ نثر کو دیکھئے وہ موزوں کہاں
ہے جو وزن دار و اس پر صادق آئے وزن معنی تقطیع شعر مفقود سجع ندارد خدا جانے یہ
بزرگ کس کو کہتا ہے سجع ہموزن ہونا دو لفظوں کا فقرتین میں یا مصرعین میں سو اس نثر میں موجود ہے
موجود کو مفقود اور مفقود کو موجود لکھا ہے اور پھر کلام اُس کا مقبول ہے اللہ اللہ ملا غیاث الدین
لکھتا ہے پس مرجز نثری باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جا ہا ہمہ ہموزن باشد در تقابل یکدیگر بدون
رعایت سجع خدا کیواسطے سجع تو اسی کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین یا مصرعین ہموزن یکدیگر ہوں۔
سو اس نثر میں موجود ہے کہ بدوں رعایت سجع کے کیا معنی مگر یہ دونوں صاحب وزن کو برابر ہونا
کلمات کا سمجھتے ہیں اور سجع تقطیع شعر کو کہتے ہیں اس عقدہ کی رکاکت اظہر من الشمس ہے صاحب
دستور شگرف کا کلام نص اور مولوی غیاث الدین کا کلام حدیث نہیں ہے آپ بھی غور فرمایئے
اور انصاف کیجئے ٭

## صاحب عالم کے نام

(۷)

میکنم عرض کو مکرر باشد۔ پیر و مرشد آج ہی ایک خط چودہری عبد الغفور صاحب کے نام کا
روانہ کیا ہے اور اس خیال سے کہ وہ گرمی ہنگامہ شادی میں اُس خط کا آپ کی نظر سے گزارنا بھول
نہ جائیں یہ خط جداگانہ آپ کو آج ہی بھیجتا ہوں اصحاب ثلثہ کی عبارت نثر مرجز کے باب میں اتنی
ہے کہ وزن دارد و سجع ندارد خدا کے واسطے وزن تقطیع شعر کو کہتے ہیں وہ مثال کی نثر میں کہاں ہے
ہے سجع اس کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین وزن میں برابر ہوں یہ صفت مثال کی نثر میں موجود

ہے جو ہے اُس کا سلب جو نہیں اُس کا ثبوت کیونکر مانوں گیا آپ کی یہ مرضی ہے کہ الفاظ کے
ہموزن ہونے کو وزن تقطیع شعر کو سچ مان لوں میں تو نہ مانوں گا آپ کو اختیار ہے۔ یہ کلام
معصوم کا نہیں کہ اس کے مسلم نہ رکھنے سے آدمی کافر ہو جائے زبان فارسی مردے کا مال ہے
عرب کے ہاتھ بطریق یغما آیا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں خواجہ نصیر الدین طوسی آٹھ حرف کا زبان
فارسی میں نہ آنا لکھتے ہیں اور ذال نقطہ دار کا ذکر نہیں کرتے اِلّا کوئی لغت فارسی ایسا بتایئے
کہ جس میں ذال آئی ہو گذاشتن و گذشتن و پذیرفتن عرب سے ہے کاغذ دال مہملہ سے ہی اسکا
ذال سے لکھنا اور کواغذ کو اُس کی جمع قرار دینا تعریب ہے بہ تحقیق اور اسم آتش بدال ابجد ہے
نہ بذال ثخذ کوئی لفظ متحد المخرج فارسی میں نہیں بلکہ قریب المخرج بھی نہیں تے ہے طوے
نہیں سین ہے ثے نہیں اور صاد نہیں ہائے ہوز ہے حائے حطی نہیں یہاں تک کہ قاف
نہیں اس راہ سے کہ غین متحد المخرج بلکہ قریب المخرج ہے نہ کے ہوتے ذال کیونکر۔ وہ میاں
صاحب ہانسی کے رہنے والے بہت چوڑے چکلے جناب عبد الواسع فرماتے ہیں کہ بےمراد صحیح
اور نامراد غلط اوے تیرا ستیاناس جائے بے مراد اور نامراد میں وہ فرق ہے جو زمین و آسمان
میں ہے نامراد وہ ہے کہ جس کی کوئی مراد کوئی خواہش کوئی آرزو نہ برآوے بے مراد وہ کہ جس کا صفحۂ
ضمیر نقوش مدعا سے سادہ ہو از قسم بے مدعا بے غرض و بے مطلب حبنۃ اللہ ان دونوں
امروں میں کتنا فرق ہے ناپروا اور ناکام اور نادرست اور ناچار کہ یہ مخفف ناچارہ اور ناہار
کہ یہ مخفف نہار ہے اور نامراد اور ناانصاف یہ سب درست ہیں ہاں کہاں گئے ہانسی والے
معلم + قافیہ شائگان کہ جس کو عرب ایطا کہتا ہے وہ دو طرح پر ہے خفی و جلی اہل خرد نے خاک
اُڑائی ہے اور بات بنائی ہے خفی اور جلی کی تفسیر میں وہ کچھ لکھتا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اُس
کو نہ سمجھے چہ جائے آنکہ مانے اصل یہ ہے کہ ایطا وہ قافیہ ہے کہ جو دو حرف ایک صورت کے
ہوں جیسے الف فاعل گویا و بینا و شنوا شعر اسیر بیت

اے دانۂ تسبیح خیالت دل دانا　　　سر حلقۂ مستان رخت دیدۂ بینا

اور نون وال مضارع کا جیسا اُستاد کے اِس مطلع میں ہے **شعر**

دل شیشہ و چشمان تو ہر گوشہ بر اندش — مست ست مبادا کہ بناگہ شکنندش

اور ایسا ہی ہے الف نون جمع کا مثل چراغان و جوانان اور ایسا ہی ہے الف نون حالیہ مانند گریان و خندان پس اگر یہ مطلع میں آپڑے تو ایطائے جلی ہے اگر غزل یا قصیدہ میں بطریق تکرار قافیہ آپڑے تو ایطائے خفی ہے ائمہ فن نے وہ کچھ لکھا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا اگر قائل تحقیق ہو تو میرے بیان پر غور کرو اور جو عبدالواسع اور غیاث الدین اور عبدالرزاق اِن ناموں کی شوکت نظر میں ہے تو تم جانو ایک شخص بھیک مانگتا ہے باپ نے اُس کا نام میر بادشاہ رکھ دیا ہے اصل فارسی کو اِس کھتری بچہ قتیل علیہ ما علیہ نے تباہ کیا رہا سہا غیاث الدین رامپوری نے کھو دیا اِن کی قسمت کہاں سے لاؤں جو صاحب عالم کی نظر میں اعتبار پاؤں خالصاً للہ غور کرو کہ وہ خران نامشخص کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و دردمند کیا بکتا ہوں واللہ نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا ہے میرا یہ خط پڑھو یہ نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی پڑھو قوت ممیزہ سے کام لو ان نخولوں پر لعنت کرو سیدھی راہ پر آجاؤ اگر نہیں آتے تو تم جانو تمہاری بزرگی پر اور میرزا تفتہ کی نسبت پر نظر کر کے لکھا ہے نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی میری تحریر کو مانو مگر اُس کھتری بچے سے اور اُس معلم سے مجھ کو کمتر نہ جانو۔ عربی کا حرف اور ہے اور فارسی کا قاعدہ اور ہے سمجھو یا نہ سمجھو تم کو اختیار ہے عقل کو کام فرماؤ غور کرو سمجھو عبدالواسع پیغمبر نہ تھا۔ قتیل برہمنہ تھا۔ واقف غوث اعظم نہ تھا۔ میں یزید نہیں ہوں شمر نہیں ہوں مانتے ہو مانو نہ مانو تم جانو۔

(۸)

جناب عالی آج آپ کا لفافہ نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بلقب روز دوشنبہ پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب کے تطابق میں میں اُلجھا پھر خط کے جلد پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر اِدھر پڑھا اُدھر جواب لکھا خدا

کرے یہ میرا خط جلد پہنچے اور یہ آپ کو خیال ہوگا۔ کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب لکھا۔
حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی
ہے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا۔ اُن کا
خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بہ سبیل ڈاک آگیا پھر
قصیدۂ بہاریہ تہنیت مدحت میں بھیجا گیا اُس کی بھی رسید آگئی وہ یہ ہے خان صاحب
بسیار مہربان دوستان القاب اور کاغذ افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری
صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے
جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر کل مجھکو آگیا پنشن ابھی تک مجھکو نہیں ملی جب
ملیگی حضرت کو اطلاع دی جائیگی۔ پیر و مرشد عالم ہیں اور میں جاہل ہوں اُن کے تسلیم نہ کرنے
کو ہیں کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری غلام
رسول صاحب کی خدمت میں انہیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی
نہ طبع آزمائی کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائیگا۔ آپ کا بھی تو مارچ کا
خط مجھکو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں مجھکو محجوب کرتے ہیں اِس باب میں
اِس سے عرض نہیں کرسکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجا کیجئے لطف اُٹھاؤنگا
اور جو کچھ میرے خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کردوں گا۔ میرا سلام کہیئے اور مثنوی و قصیدہ
اُن سے لیکر جلد بھیجا کیجئے اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہیئے کہ حضرت
خلاصہ مکتوب سابق یہ ہے الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو شادی بصد ہزار مسرت
آپکو مبارک ہو اور اُنکی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علی خان
صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہونگا خط
کا لفافہ اِس خط میں ملفوف کرکے بھیجتا ہوں یہ آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا کاتب
وہی ہے جو لفافہ ملفوف کا مکتوب الیہ ہے۔

(۹)

جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکریہ بجا لاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ و مثنوی پہنچا مثنوی جداگانہ بطریق پمفلٹ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں لفافہ اُس کا بھی آپکے نام کا ہے آپکے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپکے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر یہ ہنا شہر میں بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے اگر نہ خبر ہو تو نہ ہو اور اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجئے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور آگرہ اور بلاد شرقیہ کے مثل ہے یا پنجاب احاطہ میں شامل ہے کہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو رائے میں آوے وہ ایسا ہی کرے بہرحال مصرعہ

اے وائے زمحرومی دیدار دگر ہیچ

انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو باستیفا اس صورت میں بھی نہ بر آئیگی میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایات کریں اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے دیگا صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہونگے تب یہ تراوش خونابہ ظہور میں آئی ہوگی مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان ہے حق بجانب انہیں کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کار میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا حک و اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرماویں میں نے بحسب دستور اپنے ہر جگہ منشاء اصلاح کہدیا ہے۔ میرا شیخ صاحب سے سلام کہئے گا کہ کیا کروں دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کچھ نہیں پہنچا سکتا خدا تمہارا نگہبان رہے والسلام +

(۱۰)

چودھری عبدالغفور سرور کے نام

جناب چودھری صاحب آپکے تلطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اِس کی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور باآں کہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھوں بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپکے خط کو پڑھکر کارپردازاں ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی اُنھوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب اِس پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سُن کر میں نے یوں مناسب جانا کہ وہ رسید آپکے پاس بھیجاروں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجواکر اِن سے پارسل منگوالیں اور اب اِس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں والسّلام +

(۱۱)

شاہ عالم کے نام

مخدوم زادہ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعا درویشانہ قبول فرماویں آپکا مع الخیر وہاں پہنچنا اور بزرگوں کے قدمبوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو مصرعہ

یوسف از مصر بکنعاں آمد

تفرقۂ اوقات و سفر رامپور و شدت تموز مقتضی اسکی ہوئی کہ ہنوز تمہارے مسودات نہیں دیکھے گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہئے گا اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبّت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچائیگا اور عرض کیجئے گا کہ آرزوئے دیدار حد سے گذر گئی یارب جبتک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور اُن سے ہمکلام نہولوں میری روح کے قبض کا حکم نہ ہو لیکن ۱۲۷۸ھ میں دو مہینے باقی ہیں اب کی محرم سے اُس ذالحجہ تک میرا مدعا حاصل ہوجائے مشفقی مکرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام شوق کہیئے گا اور یہ پیام پہنچائیگا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقیہ مارہرہ کنایہ اِس سے ہے کہ چودھری کا بھی دیدار مطلوب ہے۔ ع

خواہش وصل مقدمہ ہے جو مذکور نہیں

اُن کے اِس خط کا جواب جو پرسوں مجھ کو پہنچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر پہنچے گا انشاءاللہ العزیز

ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے جناب میر وزیر علی خاں صاحب بلگرامی
یہاں تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک حافظ قطب الدین
سوداگر کی حویلی میں اُترے ہیں مرفی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی
مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں لیکن ہنوز قائم مقام
ہیں وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے ایک دن فقیر بھی اُن کے
مکان پر چلا گیا تھا حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اُن میں جمع ہیں آنکھیں اُن کے حسنِ
صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کے حسن سیرت سے خوش ہو گیا واہ خاک پاک بلگرام
میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا ۔

(۱۲)

چودھری عبدالغفور سرور کے نام

شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض
کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا میری خدمت مقبول ہوئی خوشی
حصول ہوئی میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف سے
خاطر جمع کر دیجئے گا کسیل اچھی نکل آئی ہے چودھری صاحب کے ذریعہ جو کچھ بھیجا ہو گا بھجواؤں گا
جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ
مولوی محمد باقر دہلوی کے مطبع سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلا کرتا تھا مسمی بدہلی
اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں ۔ اگر احیاناً آپ کے یہاں
یا کسی آپ کے دوست کے یہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے
کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق
کے دو سکے اُس کے نام کے کہکر نذر کرنے کا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ
کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیجدیجئے آپ کو معلوم ہے کہ اکتوبر کی ساتویں تاریخ ۱۸۳۷ء
میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اُسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہکر گذرانے
ہیں احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لئے جائیں یہاں تک کہ میری طرف سے
ابرام ہے کہ اگر یہ مثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اس پر علم ہو

تو وہاں سے منگوا کر بھیجئے والسّلام مع الاکرام ۔

(۱۳)

شفیق میرے عنایت فرما میرے تمہاری مہربانی کا شکر بجالاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپکی طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی اب فکر نہ کیجئے اگر کہیں سے آپکے پاس آجائے تو مجھکو بھیجا جائے میرے پاس آئیگا تو میں تم کو اطلاع دیدونگا عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ اسکی پرسش زائد میں خدمتگزاری کو حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجدیں میرا سلام اور یہ پیام کہدیجئے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پیر و مرشد کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو فرمادیں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہرحال میرا سلام نیاز عرض کیجئے اور اُن کے مزاج مُبارک کی خیر و عافیت لکھئے اور یہ بھی لکھئے کہ اگر خدانخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں۔ تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پہنچائیگا۔ اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیئے ۔

(۱۴)

میرے شفیق دلی چودہری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے دیکھو میرے حواس کا اب یہ عالم ہوگیا ہے کہ تمہارے نام کی جگہ تمہارے چچا صاحب کا نام لکھتا تھا اسی طریق سابق کے خط میں سرنامہ پر لکھ گیا ہونگا بیت

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند ۔۔۔ کنون ببیں کہ چو خوں میچکد ز ہر نفسش

جو خطوط کہ آپکے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلنشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے بیت

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ۔۔۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئیگا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اسکے نکل جائیگا بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا

کرتے تھے سوا اُن کے لاکھوں روپیہ کے گھر لُٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتب خانہ بھی گئے اُس میں وہ مجموعہ ہائے پریشان بھی غارت ہوئے ہیں خود اُس مثنوی کے واسطے خونِ جگر ہوں ہائے کیا چیز تھی پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ازراہ احتیاط پارسل میں سے نکال لئے +

## ۱۵۔ شاہ عالم کے نام

مخدوم زادہ عالیشان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان عزو شان و علم و عمر سے برخوردار رہیں ہمارے حضرت ہم بھول گئے ہاں سچ ہے اُن کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں بہرحال جناب حضرت جلمب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطریں اُنکی نظر سے گذر جائیں چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہیئے گا اور یہ پوچھیئے گا کہ قصیدے کا بعد اصلاح کے نہ بھیجنا میرا گناہ ہے یا اُس کے سوا اور کوئی قصور ہے اگر وہی جرم ہو تو معاف کیجئے اور اگر کوئی اور جرم بھی ہے تو مجھے اطلاع دیجئے اِن دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا جو آدمی خط لیکر گیا تھا دو بار جواب مانگنے کو گیا پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نہ ملے میں نے اُس کے جواب سے قطع نظر کی اپنی خدمتگذاری کی آپ کو اطلاع دی کہ یا ئے تحتانی لکھ چکا تھا۔ کہ ایک چپراسی آیا اور اُس نے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۵ صفر اور ۲۰ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائینگے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائے گا۔ والسلام +

## (۱۶)

جناب عالی چھاپا چھاپہ ترجمۂ ہندی ایک بار چھاپا کفایت کرتا ہے انواع انواع ہماری آپ کی

بول چال میں ہے لیکن تحریر میں درست نہیں چمن پر فضا چمن پر فزا ائے ہوز سے کیوں لکھا
خطاب واحد غائب فقط شین ہے نہ اس ہاں اگر آخر لفظ یعنی ہے انتہائی حرکت پر ہو مثل غمزہ
وچشمہ وخانہ ودانہ تو اُس کو یوں لکھتے ہیں چشمہ اش غمزہ اش خانہ اش دانہ اش اور باقی اور
سب الفاظ کا حرف آخر شین سے مل جاتا ہے خطاب واحد حاضر خطاب واحد غائب خطاب متکلم
ت ش م ہے الف کو یہاں کیا دخل اور وہ جو دکھنی لوہرہ یعنی جامع برہان قاطع ات اش ام
لکھتا ہے غلط کرتا ہے جہاں تم نے بعد اپنے نام کے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

پریشان تر ز خویشم داستانی است الخ

وہاں ربط کلام جاتا رہا تھا۔ ایک جملہ فاصل کر دیا ہے یعنی بدیں اشعار زمزمہ سرا ست یہ
خبر اس کاف توصیفی کی ہے اور آگے تو نثر ہے اُس کا فاعل وہی مصنف ہے۔ حضرت
پیرومرشد صاحب عالم صاحب کی خدمت عالی میں میرا سلام مسنون عرض کیجئے گا اور
یہ عرض کیجئے گا کہ آپ کے منشور عطوفت کا جواب بالفعل آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔

## ۱۷۔ صاحب عالم کے نام

پیرومرشد اِس مطلع حسن کو کیا سمجھوں اور اُس کا شکر کیونکر بجالاؤں خدا کی بندہ نوازیاں
ہیں کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہواتا ہے ظاہرا میرے مقدر میں
یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اِس وبائے عام میں جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کشتنی و سوختنی کو
یوں بچایا اور پھر اُس رتبہ کو پہنچایا کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو
اپنا پائیں باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمایئے گا۔ ورنہ بندہ دعویٰ
خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا۔ کتاب افادت آب پنج آہنگ نسخہ لطیف تالیف شریف
اِس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر صاحب
اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں
کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع ہے یا نہیں ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب
اِن دو ناموں میں تردد باقی نہیں معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے اگر پنج آہنگ مطلوب ہے
تو اِس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسبتی بھائی ہے نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ وہ

میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ مجمع نثرین اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے وہ کتاب خانہ کوڑکر عرض کرتا ہوں بیس ہزار کی مالیت کا ہوگا لٹ گیا ایک ورق نہیں رہا ہاں چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بدو عیب ہیں ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں دوسرے یہ کہ کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں بہر حال اگر فرمایئے تو لیکر بھیجدوں مخدوم ہائے والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا مگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر حضرت سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں ۔

(۱۸)

صاحب مشفق کو سلام پہنچے دونوں مخمس بعد اصلاح پہنچتے ہیں منشاء اصلاح سمجھ لیجئے سید عالی نسب و سرور والاحسبی یہ افتتاح کلام اور ابتدائے خطاب کے درخور نہ تھا مصرعہ ثالث اس کی جگہ رکھ دیا گیا دوسرے بند کی وہ طرح پر تحسین ہے دونوں بے عیب ہیں اور مزید لطف کسی میں نہیں جن مصرعوں کو چاہو رہنے دو گزشت از افلاک و از افلاک گزشت ایک فارسی رہا اور ایک ہندی حضرت نے دونوں فارسی میں لکھے تھے ندامت فعل پر مترتب ہوا کرتی ہے ترجمہ اس کا پشیمانی حضرت یوسف کو ندامت کیوں ہو مگر خجالت اس کا ترجمہ شرمندگی آپ غور کیجئے کہ ندامت اور خجالت میں کتنا فرق ہے جہاں آپنے غرق ریز ندامت لکھا وہ محل خجالت کا تھا۔ آپنے ندامت کیوں لکھا بہر حال وہ مصرعہ تو بدل گیا۔ لیکن اطلاع ضرور تھی طرح بفتح اول و سکون ثانی بھی قریب ہے اور تصویر کے خاکے کو بھی کہتے ہیں اور بمعنی آسائش دنیا بھی مجاز ہے مرادف طرز روش بھی طرح ہے بفتحتین اس کا تفرقہ منظور رہا کرے نسیم تخلص اچھا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ نسیم مونث ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جرأت اور وحشت اور ایسے بہت تخلص ہیں کہ وہ مونث ہیں بایں ہمہ اگر بدلا چاہیئے تو اس کا ہموزن سلام و سلیم اور خیال بھی ہے اس میں سے جو پسند آئے آپ کے

عم عالی مقدار اور آپ کے بزرگ آموزگار کو میرا سلام پہنچے +

یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم کی طرف ہے پیر و مرشد کی خدمت میں سلام اور مرشد زادوں کی جناب میں دعائے طول عمر و دوام دولت پہنچا کر یہ عرض کرتا ہوں کہ واقعی حضرت شاہ عالم کا عنایت نامہ آیا تھا اور میں اُس کا جواب بھیج چکا ہوں عجب ہے کہ حضرت کی تحریر میں جہاں ان کے خط کا ذکر تھا۔ وہاں میرے خط کا مذکور نہ تھا اِن سطور کی تحریر کے بعد اپنے خط کا پہنچنا گمان نہیں کر سکتا میں اُس میں اِن کو یہاں کا حال لکھ چکا ہوں پنج آہنگ آپ نے لی دیوان فارسی آپ کے پاس ہے مگر یوں سمجھئے کہ یہ دونوں ناتمام ہیں اور اب کہیں سے اِس کا اتمام ممکن نہیں خیر جو کچھ ہے غنیمت ہے دستنبو میں نے نذر کی ہے مہر نیمروز معلوم نہیں آپ کے پاس ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ شعر کو مجھ سے اور مجھ کو شعر سے ہرگز نسبت باقی نہیں رہی اِس فتنہ و فساد کے بعد۔ ایک قصیدہ یہ جو دستنبو میں ہے اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی مدح میں اور دو بیت کا ایک قطعہ اور ایک رُباعی اِس نظم کے سوا اگر کچھ لکھا ہو تو مجھ سے قسم لیجئے۔ قطعہ

| | |
|---|---|
| بآدم زن بشیطان طوق لعنت | سپردند از رہ تکریم و تذلیل |
| ولیکن در اسیری طوق آدم | گراں تر آمد از طوق عزازیل |

| | |
|---|---|
| رُباعی۔ دُنیا ہیچ است و شادی و غم ہیچ است | ہنگامۂ شور و بزم ماتم ہیچ است |
| رو دل بکیے دہ کہ دو عالم ہیچ است | این نیز فرو گذار کاین ہم ہیچ است |

اِس واماندگی کے دنوں میں چھاپہ کی بُرہان قاطع میرے پاس تھی اُس کو میں دیکھا کرتا تھا ہزار ہا لغت غلط ہزار ہا بیان لغو عبارت پوچ اشارات پا در ہوا میں نے سو دو سو لغت کے اغلاط لکھ کر ایک مجموعہ بنایا ہے اور قاطع برہان اس کا نام رکھا ہے چھپوانے کا مقدور نہ تھا مسودہ کاتب سے صاف کروا لیا ہے اگر کہو تو بہ سبیل مستعار بھیج دوں۔ تم اور چودھری صاحب اور جو اور سخن شناس اور منصف ہوں وہ اُس کو دیکھیں اور پھر میری کتاب میرے پاس پہنچ جائے +

(۱۹)

میرے کرمفرما میرے شفیق

شرطِ اسلام بود ورزش ایمان بالغیب  اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان منست

آپ کے اِس خط کا جواب بعد لکھنے اِس شعر کے منحصر اِس التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی۔ لیکن اغلب اور اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار ازروئے اضطرار واپس بھیجتا ہوں۔ واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کر جلد بھیجئے تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام نیاز استاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام +

(۲۰)

میرے شفیق ولی کو میرا سلام پہنچے کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط انشا کا نام بہارستان اور اب آپ کا تخلص سرور بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ بہارستان سرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا۔ رفع فتنہ و فساد اور بلاد میں مسلم یہاں کوئی طرح اسائیش کی نہیں ہے۔ اہل دہلی عموماً برے ٹھہر گئے یہ داغ اُن کی جبین حال سے مٹ نہیں سکتا میں اموات میں مردہ شعر کیا کہوں گا۔ غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے رہا قصیدہ ممدوح کون ہے ہائے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے

اے دریغا نیست ممدوحی سزاوار مدیح  اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں اور خلعت ریاست دو دمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جغیہ سرپیچ مالائ مروارید مجھ کو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں۔ دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صناعت شعر اعضاء و جوارح کا کام نہیں تخیل

چاہئے دماغ چاہئے ذوق چاہئے امنگ چاہئے۔ یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں کھنڈ
کیوں کہوں چونسٹھ برس کی عمر ولولۂ شباب کہاں رعایتِ فن اُس کے اسباب کہاں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ پیر و مرشد کو سلام نیاز پہنچے کف الخضیب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہے
اُس کے طلوع کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں اختر شناسانِ ہند کو اس کا کچھ حال معلوم
نہیں اور اُن کی زبان میں اُس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا قبول دعا وقت طلوع منجملہ
مضامین شعری ہے۔ جیسے کتاں کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا
آصف دولہ نے افعی تلاش کر کر منگوایا اور قطعات زمرد اُس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر ظاہر
نہ ہوا ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں
تحویلِ آفتاب بہ حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۱ کبھی ۲۳
بھی آپڑتی ہے اس سے تجاوز نہیں رہا جامع وقت تاویل درست کرنا بے کتب فن مبلغ علم
ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں **بیت**

ندانم کہ گیتی چساں میرود | چہ نیک و چہ بد در جہاں میرود

میں تو اب روز و شب اس فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گذری اب دیکھئے موت کیسی ہو

عمر بھر دیکھا کئے مرنے کی راہ | مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا
یا کوئی گراب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں یہ دونوں سکے ایک ہی وقت میں کہے گئے
ہیں۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گذرانے بادشاہ نے
پسند کئے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے۔ انہوں نے دلی اردو اخبار
میں یہ دونوں سکے چھاپے اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اُس
زمانہ مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سنے ہیں اور اُن کو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار
کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گذارنے ہوئے ثابت ہوئے ہیں ہر چند قلمرو
ہند میں دلی اردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ دھبہ مجھ پر رہا پنشن بھی گئی
اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضا

آلہی کے ہے اُس کا گلہ کیا ہے ؎

چواں جنبشِ سپہر بفرمان داور ست　　بیداد نبود انچہ بما آسمان دہد

یہ تحریر بطریقِ حکایت ہے نہ بہ سبیلِ شکایت گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسی را کہ خدا از روئے فرض طلبید و پیمبر سُنت و زن نان خواہد و ملک الموت جان قصہ مختصر اب زیست بامیدِ مرگ ہے۔ قاطع برہان چودھری صاحب کی نثر کے اجزا کے ساتھ بھیجا جائیگا بمقابلۂ برہان قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونی عمر و دولت پہنچے ؎

(۲۱)

چودھری عبدالغفور صاحب کے نام

میرے شفیق آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں اگر اُس کو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائیگا اور رجسٹری کا دردسر جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی خط بیرنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں ایس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضح ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا پنشن جاری ہوگئی تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد ادائے قرض معلوم بچے اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین مہینے ستمبر اکتوبر نومبر ملیں گے دسمبر ۱۸۶۵ء سے تنخواہ ششماہی ہوجائے گی اُس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپیہ سیکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا۔ اُس حساب سے میرے حصہ میں اڑھائی روپیہ آیا ہے سے کے ساٹھ رہیں گے کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دونوں آمدنی بلکہ خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھہ رہا ہے بڑے بڑے بازار نامی خاص بازار اور اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں صاحب امکنہ اور دکانیں نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا۔ اور دُکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا آب تیشہ کلنگ کی طغیانی سے مکانات گر گئے غلہ گراں ہے موت ارزاں ہے میوہ کے مول اناج

بکتا ہے ماش کی دال آٹھ سیر باجرا ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر چنا ۱۶ سیر گھی ڈیڑھ سیر ترکاری مہنگی اِن سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینہ جیسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم دھوپ تیز روز لوں چلتی ہے جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے حضرت رفعت درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بانکسار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے میں نے مرشدزادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھایا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں آپ کی قدمبوسی کی تمنّا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤنگا تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب بنام چودھری عبد الغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہیں مع رودادِ شہر معلوم کر لیجئے گا لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے۔ میں دُنیادار نہیں فقیر خاکسار ہوں تواضع میری خو ہے انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو انشاء اللہ العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام نیاز یہ گذارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے اب کی بار کے کبھی نہیں پہنچا اب اِن سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا اور نوید مقام مبارک سے بہت خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی اور گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان اور اُس کا رنج ہے یہ کسی نے خلاف واقع آپ سے کہا ہے میں مع زن و فرزند ہر وقت اِسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ نکالا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیا عنایت کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا تنخواہ جس کو حضرت نے یومیہ لقب دیا ہے۔ اُس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا دوست و معتقد اور مشتاق تصوّر فرماتے رہئے گا۔ مرشد زادہ مرتضوی و دودمان سید شاہ عالم کو سلام و دعا ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں مجھ کو

افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہوگئی تو آپ کا سلام کہدوں گا۔ آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجئے گا ع

بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوانِ شما

(۲۲)

میرے مشفق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گذار اور قصیدۂ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرماویں اور ان دونوں قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں ؎

نوید وصل دیم میاہد ستارہ شناس  نکو ذرف نگاہے بگردر اختر من

تحقیق کر اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فروزندۂ شمع مستغرق مشاہدہ شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قاسی صفات کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر میں خارج مبحث معلوم ہونگی لکھی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا نو برس کا تھا۔ کہ چچا مرا اُس کی جاگیر کے عوض میرے اور میرے شرکا حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خاں دس ہزار روپے سال مقرر ہوئے اُنھوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال اُس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سرکار انگریزی میں غبن ظاہر کیا کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی اور اسٹرلنگ صاحب بہادر سکرتر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہو گئے سکرتر بمرگ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانہ کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپے مہینا مقرر کیا اُن کے ولی عہد نے چار سو روپے سال ولیعہد اس تقرر کے دو برس کے بعد مر گئے واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بصلہ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیئے یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں۔ مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی دہلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی۔ سات برس مجھکو روٹی دیکر بگڑی ایسے مربی کش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں اب جو

ہیں والی دکن کی طرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مر جائیگا یا معزول ہو جائیگا
اور اگرچہ دونوں امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اُس کی ضائع ہو جائیگی اور والی شہر مجھ کو کچھ
نہ دیگا اور احیاناً اگر اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی اور ملک میں گدھے
کے ہل پھر جائیں گے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں اگر ان
سے قطع نظر کرکے قصیدہ کا قصد کروں قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کرے گا سوائے
ایک ملک کے وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو
سابق کی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں
کہ میں نے یہ نثر کیونکر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے۔ عبدالقادر بیدل کا یہ مصرعہ
گویا میری زبان سے ہے مصرع

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

پایان عمر ہے دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپے رام پور کے ساٹھ روپے
پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں گرانی اور ارزانی امور عامہ سے ہے دنیا کے
کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں قافلہ کے قافلہ آمادہ رحیل ہیں دیکھو منشی نبی بخش
مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ماہ گذشتہ میں گذر گئے۔ مجھ میں قصیدہ لکھنے کی قدرت کہاں
اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں قصیدہ لکھوں آپکے پاس بھیجوں آپ دکن کو نہ بھیجیں۔
متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیشی پر کیا پیش آئے ان مراحل کے طے
ہونے تک میں کیوں جیوں گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لا الہ الا اللہ ولا معبود
الا اللہ ولا موجود الا اللہ کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً واللہ الآن کما کان ۰

(۲۳)

چودھری عبدالغفور سرور کے نام

بعد حمد خداوند و نعت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے قبلہ روح و روان
جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد کیا
عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے اضمحلال قویٰ کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست
ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا

ہوں جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں آج دوپہر کو میر عبدالعزیز صاحب آئے میں بے نکاہ دوپہرین پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اُن کو دیکھ کر اُٹھا مصافحہ کیا اُنہوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤنگا۔ عرض کیا گیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لاویں خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف لے گئے میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے جی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو خط کا جواب آج لکھ رکھو اُٹھے کون بکس کھولے کون لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی۔ ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو حضرت نسخۂ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالہ ہوئے آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں پرسوں تک آجائیں گے بعد اس کے اس کے انطباع کی فکر ہوگی۔ جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائیگی۔ حضرت کی نظر سے بھی شرف پائیگی۔ حضرت سید عالم کو نیاز خورشید عالم کو سلام چودہری صاحب کو نہ نیاز نہ سلام یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو مفرح روح سمجھتے تھے باتوں کا مزہ ملتا تھا خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی۔ وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا۔ صاحب یہ روش اچھی نہیں گاہ گاہ ارسال رسائل کا طور رہا ہے۔

## (۲۴)

چودہری عبدالغفور سرور کے نام

حضرت چودہری صاحب عنایت نامہ سابق بیت

تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب ۔۔۔ کوئی اُس کا جواب کیا لکھتا

آج دوپہر کو یہ خط پہنچا آج ہی آخر روز جواب لکھ چھوڑتا ہوں کل صبح کو بشرط حیات ڈاک میں بھجوا دونگا۔ قاطع برہان کے مجلدات جو بموجب توقیع خریداری میری ملک ہیں وہ اول جولائی میں میرے پاس اور اُن میں سے دو مجلد آخر جولائی میں آپ کے پاس پہنچیں گی۔ ایک آپ رہنے دیں گے اور ایک پیر و مرشد کی نذر کرینگے انشاءاللہ العلی العظیم۔

شعر ۔۔۔ حبذا فیض تعلق معجز کلکش نگر ۔۔۔ گر دو صد سالہ رہ پیش نظر باشد ہماں

یہ شعر مولانا نورالدین ظہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ممدوح کی خوشنویسی کی تعریف میں ہے۔

مبالغہ سرحد تبلیغ اور غلو کو پہنچ گیا ہے خلاصہ یہ کہ اُس کا لکھا ہوا قطعہ یا کوئی عبارت سو برس کی راہ پر سے آدمی کو نظر آتا ہے وجہ اس کی یہ کہ حروف بہت روشن اور صاف و جلی ہیں۔ اور چونکہ یہ امر بحسب عادت و عقل ممتنع ہے اس رو سے اس کو معجزہ قلم کہا اور چونکہ معجزہ خرق عادت اور خرق عادت ایک امر ہے مسلمات جمہور میں سے پس منکر کو گنجایش انکار نہ رہی یہاں یہ خیال آئیگا۔ کہ فیض تعلق بیکار رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الہام ہے یعنی نگاہ کو ازانجا کہ باصرہ مشتاق حسن ہے اُس خط سے وہ تعلق بہم پہنچا ہے کہ اگر وہ خط سو برس کی راہ پر ہو تو بھی نگاہ اُس سے متعلق رہتی ہے جیسے طائر کو اپنا آشیانہ اور مسافر کو اپنا وطن اور عاشق کو معشوق کا خد و خال مسافت بعیدہ سے پیش نظر رہتا ہے۔ چاہو ایک معلول کی دو علت سمجھو فیض تعلق مذکور اور حسن خط مقدر چاہو فیض تعلق کا ادعا کہو اور حسن خط جو تقدیر میں ہے اُس کو سبب سمجھو تعلق کا اور موکد جانو ادعا کا سنو دعویٰ کے واسطے دلیل موضوع ہے ادعا کو دلیل ضرور نہیں ہے ہاں ادعا پر تاکید طریقہ بلاغت ہے یہ لطافت معنوی خاص اس بزرگ کے حصہ میں آئی ہیں میں جانتا ہوں مشتری اور عطارد نے بلکہ ایک صورت پکڑی تھی اُس کا اسم نور الدین تخلص ظہوری تھا۔ اللہ اللہ فرماتا ہے۔ شعر

مروت کرد شبہا بر تو سیر بام و در لازم نمی باشد چراغی خانہائے بینوایاں را

ظہوری کا ممدوح اور معشوق ایک ہے یعنی سلطان جلیل القدر ابراہیم عادل شاہ بادشاہوں کے منظر بلند ہوتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ رعایا ملازمین میں سے کچھ لوگ زیر قصر رہتے ہوں اس واسطے بادشاہ دن کو اُس منظر بلند پر نہیں چڑھتا کہ مبادا رعیت یا ملازموں کی جورو بیٹیاں نظر آئیں۔ رات کو اُن کے گھر تاریک ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بلند مکان پر چڑھا تو کچھ نظر نہ آئیگا یہ مدح ہوئی عفت کی اور عفت ایک فضیلت ہے فضائل اربعہ میں سے اب ایہام کو سوچئے ممدوح نے راتوں کو کوٹھے پر چڑھنا اپنے اوپر لازم کیا ہے اس واسطے کہ اُن کے گھروں میں چراغ نہیں اگر کسی کو کسی کپڑے میں پیوند لگانا یا کوئی چمڑے کی چیز گانٹھنی یا کسی مریض کا تفحص حال منظور ہو تو وہ گھر اس ممدوح کے

پرتو جمال سے روشن ہو جائے چراغ کی حاجت باقی نہ رہے جو کام جو شخص چاہے وہ کرے
مروّت کے لفظ کا مزہ وجدانی ہے سوائے اِس لفظ کے کوئی لفظ یہاں کام نہیں آتا
اگر حفظ ناموس رعایا ہے تو مروت ہے اور اگر اِن مفلسوں کی کاربرآری ہے تو مروّت
ہے قالب معنٰی کی جان ہے ظہوری ناطقہ کی سرفرازی کا نشان ہے ظہوری زیادہ کیا لکھوں

(۲۵)

جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے آپنے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا
اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا اور اگر اطلاع پاتا تو حصول صحت کی دعا کیونکر
مانگتا کل سے وقت خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو
جاؤگے ازاں بعد یہ خط پاؤگے اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ کے بھیجنے کا
حکم بھیجتے ہیں اور اِن میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھتے تو
ماہ نیم ماہ کو لیکر کیا کرینگے صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ میں مَیں نے لکھ دیا ہے کہ اِس کتاب
کا نام پرتوستان ہے اور اس کی دو مجلد ہیں پہلی جلد میں ابتدا خلقت عالم سے ہمایوں
کی سلطنت تک کا ذکر دوسرے حِصّہ میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان
پہلے حِصّہ کا نام مہر نیمروز دوسرے حِصّہ کا اسم ماہ نیم ماہ بارے پہلا حِصّہ تمام ہوا
چھاپا گیا جا بجا پہنچا قصہ یہ تھا۔ جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و
نشان مٹ گیا آج فتر اگاؤ خورد وگاؤ را قصاب بر دو قصاب ور راہ مرد کتاب میں نے
لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے پیر و مرشد کو میری بندگی اور صاحبزادوں کو دعا
خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میر اقصد مجھے یاد دلاتے ہیں اُن دنوں میں کہ دِل
بھی تھا اور طاقت بھی تھی شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا۔ کہ جی یوں
چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دِل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں اب وہ
دِل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنے
آموں کی گنجایش نہار منہ آم نہ کھاتا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا رات کو کچھ کھاتا ہی
نہیں جو کہوں بین الطعامین آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا

ہوں اتنے آم کھاتا تھا۔ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اُسی وقت ہوں مگر دس بارہ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات بیت

دریغا کہ عہد جوانی گذشت جوانی مگو زندگانی بود

اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اُس کے واسطے متحمل رنج سفر ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں مصرع

اے وائے زمحرومی دیدار دگر ہیچ

(۲۹)

بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اور کے اور نام آپ کا پایا دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضۂ تپ و لرزہ رنجور ہیں اللہ اللہ ضعف کی شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں خدا وہ دن دکھلائے کہ تمہارا خط تمہارے دستخطی آئے سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو خط پڑھکر دونی مسرت ہو جب تک ایسا خط نہ آئیگا دل سودا زدہ آرام نہ پائیگا قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہونگا جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہونگا۔ آپکے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوف اشتیاق والوف احترام جناب چودہری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کف پائے مبارک سے ملیں میں سلام کرونگا تم معروف ہونا کہ غالب یہی ہے اہل دہلی میں آپکے دیدار کا طالب یہی ہے میں نے عزم قدمبوسی کیا پیرو مرشد نے مجھے گلے لگالیا فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن تیری تعریف بہت کرتے رہتے ہیں جناب پیران کی خوبیاں ہیں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ کہتے ہیں کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے ضعف قوی و اضمحلال کہتے تا کہ میں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا ان کی غمخواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا۔ شعر

از کشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا مجھ میں
اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں
حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمہائے روزگار نے مجھ کو گھیر لیا ہے سانس نہیں لے سکتا
اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی
اب دو یا تین سوچا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کرونگا۔ دوسری
یہ کہ آخر ایک نہ ایک دن مروں گا یہ صغریٰ اور کبریٰ دلنشین ہے نتیجہ اُس کا تسکین ہے
ہیہات شعر

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیئے

اجی حضرت شاہ عالم صاحب میر اسلام لیجئے کاغذ باقی نہیں رہا اپنے سب بھائیوں
کو مع وزیر علی صاحب میر اسلام کہہ دیجئے *

(۲۷)

جناب چودہری صاحب سیاہی پھیکی کاغذ پتلا پیر و مرشد کی عبارت یکطرف
آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی بہرا ہو گیا ہوں مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے تمہاری عبارت
کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے
سعادت توام عالم شاہ کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں ایمان نصیب نہ ہو وہ
خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں اردلی سفید کاغذ پر حرف بحرف اس کی
نقل کر کے پھر مجھے بھیجدیئے تاکہ اس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں
لیکن بہت جلد، آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں۔ الحمدللہ
جناب ممتاز علی خاں صاحب کہاں اور سارہرہ کہاں بہر حال میر اسلام *

(۲۸)

چودہری صاحب مشفق مکرم میر اسلام آپ کا خط کہ سوائے چند سطر کے جو تم
نے لکھی تھی سراسر حضرت صاحب کا دستخطی تھا پہنچا سبحان اللہ حضرت کو کس قدر
محبت ہے تمہارے ساتھ تمہاری ناسازی مزاج کا کیسا ملال اور تمہارے نہ دیکھنے

بنام چودہری عبدالغفور صاحب

بنام چودہری عبدالغفور صاحب

کا کیسا سچ ہے پیچ یوں ہے کہ تم خوباں روزگار میں سے ہو توقیع قبول اہل نظر کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے سلامت رہو خوش رہو مختصر ع

کارتہ بجہان جملہ چنان باد کہ خواہی

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم کی طرف ہے خدمت خدام مخدوم خادم نواز میں تسلیم معروض ہے تفقد نامۂ نامی میں صورت ع و شرف نظر آئی اللہ اللہ تم نے میری نظر میں میری آبرو بڑھائی حضرت کی قدردانی کی کیا بات ہے آپ کا التفات موجب مباہات ہے یہ بات بطریق طے لسان زبان پر آئی ہے ورنہ قدردانی کیسی یہ قدرافزائی ہے نظیری علیہ الرحمۃ کا ایک شعر کاغذ پر لکھکر میرے گلے میں ڈال دیجئے اور زمرۂ شعرا میں سے مجھ کو نکال دیجئے شعر یہ ہے شعر

جوہر نیش من در تہ زنگار بماناد　　آنکہ آئینہ من ساخت پیرواخت دریغ

دعوی اور چیز ہے اور کمال اور ہے علم عربی اور شے ہے اور فارسی کی حقیقت حال اور ہے جلالائے طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ نے شیدائے ہندی کو ایک رقعہ لکھا عبارت اس وقت یاد نہیں آتی مگر یہ مضمون اس کا ہے کہ دن مولانائے عرفی علیہ الرحمۃ اور ابوالفضل میں مباحثہ ہوا شیخ نے عرفی سے کہا کہ ہم نے تحقیق کو بسرحد افراد پہنچا دیا اور فارسی میں خوب کمال پیدا کیا عرفی نے کہا کہ اس کو کیا کرو گے کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر کے بڈھوں سے اور بڈھیوں سے جو بات سنی فارسی میں سنی شیخ گفت ما فارسی از انوری و خاقانی مرا گرفتہ ایم و شما از پیرزالاں آموختہ آید عرفی فرمود انوری و خاقانی نیز از پیرزنان آموختہ باشد ختم غالب کہتا ہے کہ ہندوستان کے سخنوروں میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ کے سوا کوئی استاد مسلم الثبوت نہیں ہوا خسرو گنجسرو دقلمرو سخن طرازی ہے یا ہم چشم نظامی گنجوی وہم طرح سعدی شیرازی ہے خیر فیضی بھی نغزگوئی میں مشہور ہے کلام اس کا پسندیدۂ جمہور ہے دیکھو عبد القادر کیا لکھتا ہے سبب سپاہی فالیز آرزو فقیر اور رشید اور بہار وغیرہم انہیں میں آگئے ناصر علی اور بیدل اور غنیمت ان کی فارسی کیا ہر ایک کا کلام بنظر انصاف دیکھئے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا منت

اور رکین اور واقف اور قتیل یہ تو اِس قابل بھی نہیں کہ اِن کا نام لیجئے اِن حضرات میں عالم علوم عربیہ گے شخص ہیں خیر ہوں فاضل کہلائیں کلام میں ان کے مزا کہا ایرانیوں کی سی ادا کہاں فارسی کی قاعدہ دانی میں اگر کلام ہے اُس میں پیروی قیاس ایک بلائے عام ہے وارستہ سیالکوٹی نے خان آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے اور ہر اعتراض بجا ہے باایں ہمہ وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر جاتا ہے مُنہ کی کھاتا ہے مولوی احسان اللہ ممتاز کو صنائع لفظی میں دستگاہ اچھی اِس شیوہ و روش کو خوب برت گئے۔ فارسی وہ کیا جانیں قاضی محمد صادق اختر عالم ہوں گے شاعری سے اُن کو کیا علاقہ ایک بات حضرت کو اور معلوم رہے کہ ہندی فارسی والوں نے کمال کو وہم میں منحصر رکھا ہے کالپی کے نواب زادوں میں سے ایک صاحب قتیل کے شاگرد تھے میں نے ایک رقعہ قتیل کا اُن کے نام دیکھا ہے کہ قتیل اُن کو لکھتا ہے کہ جامہ گذاشتن بمعنی مردن مسلم لیکن بہت احتیاط کیا کرو موقعہ دیکھ لیا کرو۔ جب لکھا کرو میں کہتا ہوں کہ احتیاط کیا اور موقع کیا فلاں مرد ہماں جامہ گزاشت پھر وہ کہتا ہے کہ کدہ کے سوائے پانچ سات لفظ کے اور لفظ کو ترکیب نہ دو پھر فرماتا ہے کہ ہمہ کے لفظ کو جمع کے ساتھ لاؤ مفرد سے نہ لاؤ نقل مَیں نے دستنبو میں لکھا ہے کہ ہمہ کس داند ایک شخص نے کہ وہ بھی مولوی کہلاتا ہے میری غیبت میں کہا کہ ہمہ کس داند کیا ترکیب ہے ایک لڑکا میرا شاگرد وہاں موجود تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ ترکیب بعینہٖ صائب کی ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے **شعر**

ہمہ کس طالب آں سرو رواں ست اینجا ۔۔۔ آب حیواں زنفس سوختگاں ست اینجا

اُس نے کہا کہ تمہارا اُستاد حاش اللہ کو ما قبل منفی لایا ہے اور یہ جائز نہیں

**مصرع** حاش للہ کہ بدنمی گویم

میرے شاگرد نے کہا کہ یہ ترکیب انوری کی ہے

حاش للہ نہ مرا بلکہ ملک را نبود ۔۔۔ باسگ کوئی تو ایں ہرزہ دیار او مجال

مولوی ہدایت علی تمکین کا آج ہیں نے نام نہیں سُنا تھا۔ چھپے ہوئے رستم ہیں صائب اگرچہ اصفہانی نژاد تھا مگر وارد شاہجہان آباد تھا۔ انتقام کشیدن و انتقام

گرفتن دونوں بول گیا مولوی صاحب پچ فارسی بولتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کلیم بر
وزن فعیل صیغۂ اسم فاعل ہے مثل کریم ورحیم وبشیر وسمیع وبصیر وکلیم اسمائے الٰہی ہیں
کلیم اگر بمعنی ہمکلام لیجئے تو اسم الٰہی اس کو کیونکر قرار دیجئے حضرت کا مصرعہ مصرع

ہست کلامی زکلام کلیم مخدوش

البتہ ہے یعنی یا کلمہ از کلام کلیم یا کلامی از کلمات کلیم چاہیئے کلامی از کلام مفرد میں سے
مفرد کو نکالا چاہیئے گو جائز نہ ہو گو باش و باشد ہر گز محل تردد نہیں اوہام وسواس قواعد
میں پیش نہیں جاتے۔ مصرع

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب

ہر گز یائے معروف نہیں ہے یائے مجہول ہے۔ یائے یہاں نامقبول ہے مصرع

خدائے کہ بالا و پست آفرید

ایسا خدا ایسا کریم اس تحتانی کو یائے وحدت کہو یائے توصیف کہو یائے تعظیم کہو
جس طرح کہو مجہول آئے گی ۔

(۲۹)

بندہ پرور پرسوں تمہارا خط آیا آج لکھ رہا ہوں کل ڈاک میں بھجوا دونگا میرا حال
کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہ ہی میرا رنگ ہے بثور و اورام مرض
خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال دوسرا اجمال سنو کہ مہینہ بھر سے صاحب فراش ہوں
صبح سے شام تک شام سے صبح تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں محلسرائے اگرچہ دیوان خانہ کے
بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جاسکوں صبح کو نو بجے کھانا یہیں آجاتا ہے پلنگ پر سے
کھسل پڑا ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا پھر ہاتھ دھوئے کلی کی پلنگ پر جا پڑا پلنگ کے
پاس حاجتی لگی رہتی ہے اُٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑ رہا مدتوں سے یہ مرض ہے
کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فراموش ہونے کو دیکھو اور دم بدم تقاضائے بول
کو دیکھو پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک بار جاتا ہوں مگر صعوبت کو تصور کرو ایک پھوڑا
دائیں پہنچے میں جس کو ساعار کہتے ہیں دو پھوڑے بائیں پہنچے میں یہ سہل ہیں بائیں پاؤں

میں کف و پا و پشت پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت فالات و رادعات سے کچھ نہ ہوا۔ اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھئے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائیے کہو جب کف پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں مجمل اور جزو ہے میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب اِن صاحبوں کے کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل و واقف سے لیکر بیدل ناصر علی تک اس میزان میں تولیں میزان یہ ہے رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ ہم تک ایک گروہ اِن حضرات کا کلام تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے پھر حضرت سعدی طرز خاص کے موجد ہوئے سعدی و جامی و ہلالی یہ اشخاص متعدد نہیں فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیالہائے نازک و معانی بلند اِس شیوہ کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑ گئی اس روش کو بعد اس کے صاحبان طبع نے سلامت کا چرچا دیا صاحب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا فغانی کا انداز پھیلا اور اُس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب طرزیں تین ٹھہری ہیں خاقانی اُس کے اقران ظہوری اُس کے امثال صائب اُس کے نظائر خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام اِن تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہم نے جانا کہ یہ طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے ہندی ہے دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال باہر ہے داد داد انصاف انصاف نظم

اگرچہ شاعران نغز گفتار　　ز یک جام اندر بزم سخن مست
ولے با بادہ بعضے حریفاں　　خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم　　ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز اگر حصے میں پارسیوں کے آئی ہے ہاں اُردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے مرتضیٰ علیہ الرحمۃ بیت

بدنام ہو گئے جانے بھی دو امتحان کو — رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کا بازار — خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
اب تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر مانگوں — ہے تو ناوان مگر اتنا بھی بدآموز نہیں
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر آتش کے ہاں بیشتر نشتر ہیں مگر مجھے آپ کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں وم بدم پاؤں کے ورم کی ٹیس اُڑا دیتی ہے اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون ⁂

(۳۰)

ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیرومرشد کی نظر سے گذرانیں پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں شور و اورام میں پڑ رہا ہوں برس دن میں او جارع سہتے سہتے روح تحلیل ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں بائیں پاؤں پر ورم کفِ پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے پنڈلی تک ورم ہے رات دن پڑا رہتا ہوں پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کھسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا آج اپنے کو طعنے دیکر مردو بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم صاحب کو حضرت صاحب کو بندگی ⁂

(بنام چودھری عبدالغفور صاحب)

(۳۱)

آہا ہا جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب مارہرہ پہنچے صاحب یہ تو سیاح گیتی نوردثانی مخدوم جہانیاں جہاں گرد ہیں بہرحال آپ نے دیباچہ بہت اچھا لکھا ہے کتاب کو اس سے رونق ہو جائیگی نظم میں وہ پایہ بلند کہ شعری اُن کے شعر پر لائی انجم نثار کرے خود بلاگردان ہو بولی سماہر مصرعہ پر دل و جان وارے صدقہ قربان ہو وار کرے (بمعنی حملہ کرے کے ہے) اور وہ جو آپ کا مقصود ہے اُن معنوں میں وارنا اور وارے آیا ہے نہ وار کرنا اور وار کرے آپ کو یاد ہوگا۔ کہ چند سطریں میں نے بہزار دشواری لکھ کر تمہیں بھیجی تھیں۔ خواہش یہ تھی کہ یہی سطریں میرے مخدوم اور مخدوم زادہ کی نظر سے گزر جائیں۔ آج ایک خط میں نے پیرومرشد کا اور پایا۔ وہ بھی نہیں پڑھا مگر شاہ عالم صاحب اُس خط کی پشت پر لکھتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں لکھا حالانکہ میں اُن سطروں میں یہ لکھ چکا ہوں کہ نہ مجھے تحریر کی طاقت نہ اصلاح کی ہوش ایک بات کو دس دس بار کیا لکھوں اب میرا انجام کار دو طرح پر متصور ہے یا صحت یا مرگ پہلی صورت میں خود اطلاع دوں گا۔ دوسری صورت میں سب احباب خارج سے سُن لیں گے یہ سطریں لیٹے لیٹے لکھی ہیں؛

# دوسری فصل

(۳۲)

## نواب انور الدولہ سعد الدین خاں بہادر شفق کے نام

قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُس کو ایک اور دو ورقے پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور اپنی تمنائے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس پر ہو گئے احترام الدولہ بہادر میرے ہمزبان اور آپ کے ثناخواں رہے گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرۂ اضافی اور بسبیل کسرۂ توصیفی پروردگار اِس بزرگوار کو سلامت رکھے قدردان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر اور معزز

جیسے الفربہ نخواہ مرد آدمی آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا فارسی سے ناآشنا محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشا خلیفہ و منشآت مادھورام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اُس نے خلیفہ شاہ محمدؐ و مادھورام و غنیمت قتیل کے کلام کو لکھا ہے یہ لوگ راہ سخن کے غول ہیں آدمی کے گمراہ کرنے والے یہ فارسی کو کیا جانیں ہاطبع موزون رکھتے تھے شعر کہتے تھے۔ شعر

ہرزہ مشتاب و پئے جادہ شناساں بردار ۔ اے کہ درسخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزومند ہوں میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا۔ یعنی میں نے اپنی موہانی کا اور اُس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا۔ وہ باعث ہوا تھا۔ میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا۔ میں نے سب سامان سفر کرلیا ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا قصد یہ تھا کہ فتحپور تک ڈاک میں جاؤنگا وہاں سے نواب علی بہادر کے یہاں کی سواری میں باندے جاکر ہفتہ بھر کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا۔ ناگاہ حضور والد بیمار ہو گئے اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوۃ سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اور رنگ خاں میرا بھائی مرگیا مصرع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا۔ مگر میں نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجئے گا۔ میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا اس واسطے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا ۔

(۳۳)

نواب انوار الدولہ

پیر و مرشد اگر میں نے امید گاہ از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید

بیت در بیں خستگی پوزش از من مجوے ۔ بود بندہ خستہ گستاخ گوے

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدے کی تحسین نہیں سکا۔

بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں ہیں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہوں

**مصرع** وائے بر جان سخن گر بہ سخنداں نرسد

افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے اور اس ٹوٹے دل اور مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نواب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے بے تامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں۔ ورنہ فکر صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بقول مرزا عبدالقادر

**شعر** جہد ہا در خور توانائیست ضعف یکسر فراغ میخواہد

مُہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھدوا جائیگا مہدی حسین خاں مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا یاد پڑتا ہے۔ کہ نگینہ وہاں سے بھیجنے کو آپنے لکھا سو اب میں مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجئے گا یا یہاں خریدا جائیگا اور نقش نگین کیا ہو گا تا کہ شمار حروف کا مجھکو یاد رہے۔ اب جب آپ مجھکو لکھیں گے تب میں اُس کا جواب لکھونگا۔ حافظ صاحب کا بھیجنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپنے مجھ کو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں زیادہ حد ادب ✢

(۲۴)

پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازشنامہ یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھونگا ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے۔ کہ آپ بعد اس تحریر کے تا حصول شفائے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں سو روپیہ کی ہنڈی پہنچی اس کا بھی حال سابق ہنڈی کا سا ہے یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو

ہم روپیہ دیں اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بہ سبیل ارمغاں آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو اب میں حضرت سے باتیں کر چکا خط کو سر نامہ لکھ کر کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کرونگا پیش گاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز از جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام ؎

(۳۵)

پیر و مرشد آداب مزاج مقدس میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ایک فصد بائیس منضج چار مسہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا پانی برف ہو گیا ہے کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے یہ ضعف ضعف قمعق تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل نہ کر سکیں۔ غزلوں کو برسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں شاید میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے۔ وہ مجھ سے سن لیجئے اور میرے داد دینے کی داد دیجئے مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے۔ اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف اور تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہیں۔ یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بیجا ہو یا کوئی لفظ ناروا ہو تو میں بجا لاؤں زیادہ حد ادب ؎

(۳۶)

قبلہ و کعبہ کیا لکھوں امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے کیونکر ہو سکے۔ کہ ایک وقت میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث

انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اِس خط میں پائی کہ اِس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع پاتا ہوں عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں سمرقند میں دو چار یا دشت خفچاق میں سَو وسَو ہوں گے مگر ہاں اقربا سے پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں اکسٹھ برس ستم اُٹھائے ہیں **شعر**

گرد ہم شرح ستمہائے عزیزان غالب　　رسم امید ہمانا ز جہاں برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے۔ **بیت**

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ　　مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

یہ بھی تو پوچھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلد کیوں لکھا یعنی کم و بیش مہینہ بھر کے بعد کیا کروں شاہ اسرار الحق کو آپ کا اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا ہفتہ کے بعد جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدوں گا۔ اِس واقعہ کو قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں **شعر**

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ　　اِنّی رَأَیْتُ دَھْرًا فِی ھَجْرِکَ الْقِیَامَہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیئے گا اور یہ خط اُن کو پڑھوا دیجئے گا جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام پہنچے اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہیں مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو مورد ستمہائے روزگار ہونا شرافت والے ہونے کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ مخلص نے مجھ کو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں آپ اُن کا حال لکھیئے خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں سنئے قبلہ من میں تو آپ سے شاہ نور الحق کے خط کا طالب نہیں ہوں کہ آپ اُن کے خط حاصل ہونے کے انتظار میں مجھ کو خط نہ لکھ سکیں منتظر ہوں تاکہ اِس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں +

(۳۷)

ناوک بیداد کا ہدف پیر خرف یعنی غالب آداب بجا لاتا ہے نوازشنامہ کو دیکھ کر جانا کہ
میں نے کمرے چند کے شعر پر خط بطلان کھینچ دیا یہ تو کوئی گمان نہ کریگا کہ میں کمر کو کمر بند نہیں
جانتا معہذا وہاں پہلے مصرعہ میں اگر بمعنی کمر بند فرض کیجئے تو بھی تو شعر کاٹ ڈالنے کے قابل
نہیں قصد کرکے بیٹھا تھا کہ اس شعر پر صاد کروں گا خدا جانے قلم سے خط کیوں کھنچ گیا اب حواس
بجا نہیں حافظ رہا نہیں اکثر الفاظ بے قصد لکھ جاتا ہوں ستر برس کی عمر ہوئی کہاں تک
حرافت نہ آئے اس شعر کا گنہگار اور حضرت سے شرمسار ہوں معاف کیجئے زیادہ حد ادب۔



(۳۸)

کیوں کر کہوں میں دیوانہ نہیں ہوں ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا
ہوں واہ کیا ہوشمندی ہے کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی
نہ تسلیم سن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحبت نہ بن آئی ایاز حد خود بشناس مانا کہ
تو نے کئی برس کے بعد رات کو دونوں بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر
رہا ہوں۔ مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج
کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر اور یہ کہہ کر جو میں تصوّر کر رہا تھا۔ وہ ہوا
یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت
ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالےٰ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے شعر

گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا      محمل مہر جہاں تاب بمیزان آمد

اگر صرف تبرید تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ
کرا دیجئے مجھ کو بھی آج دسواں منضج ہے پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا۔ شب کو
ناگاہ ایک زمین نئی خیال میں آئی طبیعت نے راہ دی غزل تمام کی اسی وقت سے یہ
خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں خدا کرے آپ پسند
کریں اور میرے قبلہ جناب میر امجد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے شفیق منشی نادر حسین
خاں صاحب اور ان کے بھائی صاحب اس کو پڑھیں۔ پروردگار اس مجمع کو

سلامت رکھے غزل

| | |
|---|---|
| اے ذوق نواسنجی بازم بخروش آور | غوغائے شبیخونی بر بنگہ ہوش آور |
| گر خود بجہد از سر از دیدہ فرو بارش | دل خون کن و آن خون را در سینہ بجوش آور |
| ہاں ہمدم فرزانہ دانی رہ ویرانہ | شمعی کہ نخواہد شد از باد خموش آور |
| شوراب ایں وادی تلخ است گر آوری | از شہر بسوئے من سرچشمۂ نوش آور |
| دانم کہ زری داری ہر جاگزری داری | مے گر ندہد سلطاں از بادہ فروش آور |
| گر می بکدو ریزو بر کف نہ ورا ہی شو | ور شہ بسبو بخشد بردار و بدوش آور |
| ریحان ودد از مینا رامش چکد از قلقل | در رہ چشم افگن دین از پئے گوش آور |
| گاہی بسبکدستی زاں بادہ زلیشم بر | گاہے بسیہ مستی از نغمہ بہوش آور |
| غالب کہ بقالیش باد ہم پائے اگر ناید | باری غزلی فردے زاں موئنہ پوش آور |

(۳۹)



للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے پہلے نوازشنامہ کا جواب باآں کہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا ہنوز نہیں لکھنے پایا کہ کل ایک اور مکرمت نامہ آیا بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہو گا اس سبب سے اُس توقیع کا پاسخ نگارش نہ ہو سکا تھا۔ اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور ارنی بروزن چمنی گنجائش پائے تو نعم الاتفاق ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبدالقادر بیدل شعر

| | |
|---|---|
| چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و بگزر | کہ نیرزد ایں تمنا بجواب لن ترانی |

شعر۔

| | |
|---|---|
| رفت آن کہ ما ز حسن مدارا طلب کنیم | سررشتہ در کف ارنی گوئے طور بود |

اسم شاعر یاد نہیں

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان کیا میں سخن ناشناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کی حک و اصلاح پر جرأت کروں ع

چہ حاجتست بمشاطہ روئے زیبا را!

ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں مصرع

اے مطرب جادو فن بازم رہِ ہوشم زن

دو میم آپڑے ہیں ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ع

اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن

اب دیکھئے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں اتنی عنایت فرمائیے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیئے گا زیادہ حد ادب +

(۴۴)

پیرو مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا۔ خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدر الدین علی خاں کا نظیر نہیں پس مہر اور کون کھود سکے گا۔ ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا۔ وہ اُن کے پاس بھیجدیا انھوں نے رقعہ میرے نام کا آج بھیجا سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں میں نہیں سمجھا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے آپ اس کو سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرماویں روپیہ کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجئے گا تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اِس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپہ کے قصیدے اِن کو سُنائے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام بصدق ہزار اشتیاق پہنچے +

(۴۵)

قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بےچین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھئے چونکہ آپ نے کچھ لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجئے جناب منشی نادر حسین خان صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔

بنام انوار الدولہ شفق

متوقع ہوں کہ اِن دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پُہنچے اور آپ اُن کی خیر و عافیت لکھیں۔ کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ میرن صاحب نے انتقال کیا یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین میر حسین ابن علی میں نے اِن کی رحلت کی ایک تاریخ پائی اُس پانچ بڑھتے تھے یعنی ۱۲۷۰ ہوتے تھے تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا ہیں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں۔ یا نہیں۔ **قطعہ**

حسین ابن علی آبروئے علم و عمل — کہ سید العلما نقش خاتمش بودی
نماند و ماندی اگر زندہ پنج سال دگر — غمِ حسینؑ علی سال ماتمش بودی

زیادہ حد ادب +

(۴۲)

پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ نہ لکھا حال۔ یہاں کبھی کسی سفر میں دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی نئی بات نہیں سُنی سُنئیے تو سہی موسم کیا ہے گرمی جاڑا برسات میں فصلیں اکٹھی تگرگ باری علاوہ ایک بحرِ رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ دلّی میں تغیر نہ ہو۔ اور پورب میں ہو اِس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہاں جمنا بانفراد بہ رہی ہے اور وہاں کہیں کوئی اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں۔ مجمع البحار ہے حضرت نے خوب وکالت کی مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی کہدو گے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانونگا یہ دن مجھ پر بُرے گذرتے ہیں۔ میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا خصوصاً اِس تموز میں غم و ہم کا ہجوم ہے۔ **شعر**

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں — سوزِ غمہائے نہانی اور ہے

(۴۳)

حضرت پیر و مرشد۔ اگر آج میرے سب دوست اور عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ خدا نے پھر وہ دن دکھایا۔ کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا۔ مصرع

اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

مُنہ پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی حیات جاودانی نہیں مانگتا۔ پہلے انوار الدولہ سے ملکر سرگذشت بیان کروں۔ پھر اس کے بعد مرول روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جانگزا ہے پر موجب تلف المال خلف العمر فرا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُس کو عمر کی قیمت جانیے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانیے۔ اللہ تعالےٰ حضرت وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اِس خاندان کے نام ونشان وعز و نشان کو برقرار تا قیامت رکھے میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء کی روداد نثر میں بعبارت فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے۔ اور وہ ۱۵ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کے مطبع مفید الاخلاق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اس کا نام رکھا ہے اور اِس میں صرف اپنی سرگذشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گذرانوں گا۔ اور اُس کو ہم سخنی اور ہم زبانی جانوں گا۔ جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے۔ تو اِس خیرخواہ احباب کا دل گھبرایا ہے۔ اب کے خط لکھیے تو اُن کی خیر و عافیت بھر نمط لکھیے۔ اِن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام لکھیے *

(۴۴)

پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا اُس کا جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانو اور اپنی محنت کارائگاں نہ جانا یقین جانوں

چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا گویا ساغر التفات کا دوسرا دور پہنچا اب ضرور پڑا
کہ کچھ حال اس ستارہ دم دار کا لکھوں۔ چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑا ہے سوچ رہا ہوں کہ
کیا لکھوں چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا
صائب کا مصرعہ زبان پر آجاتا ہے مصرع ع

ازیں ستارۂ دنبالہ داری می ترسم

یہ مطلع ہے۔ اور پہلا یہ مصرعہ ہے ع

زخال گوشۂ ابروی یار می ترسم

کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور ہیچمیرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے اور اس عبارت فارسی
کو میرا مصداق حال نہیں مانتے پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا پیش ایچ ہر دو و پیش ہنر
ایچ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی
طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے بہر حال علم نجوم کے قاعدے کے موافق جب زمانہ کے
مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔
جس برج میں یہ نظر آئے اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ پھر وہ زمانہ کا امر اور طریقہ
دیکھتے ہیں۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں۔ تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں
بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا۔ اور چونکہ ان دنوں میں آفتاب اول میزان
میں تھا۔ تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے۔ درجہ اور دقیقہ کی حقیقت نامعلوم
رہی بہت دن شہر میں ستارہ کی دھوم رہی اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا وہاں
شاید اب نظر آیا ہے۔ جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے۔ پس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ
صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی قران نحسین پھر کسوف پھر خسوف
پھر یہ صورت پر کدورت عیاذاً باللہ پناہ بخدا یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن
حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور سب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور
قلمرو ہند کا پادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ
معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا۔ اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا

حاکم کیا۔ میں تو قصیدہ اس تہنیت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں چنانچہ بشمول دستبنو نظر
انور سے گذرا ہوگا۔ شعر

تا نہال دوستی کے بردہد    حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

الحمد اللہ اللہ۔

(۴۵)

پیر و مرشد اداب تتمۂ غلط نامۂ قاطع برُہان کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی خیر و عافیت
مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے۔ کل آپ کا نوازش نامہ پہنچا
قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے
اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قاطع برُہان غلط
ہے۔ یعنی یہ ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہوسکتی تو صاحب
برہان قاطع صحیح اور قاطع برُہان غلط برہان قاطع کی فاعل ہوسکتی ہے اور قطع کا فعل آپ
نہیں قبول کرتی۔ قاطع برُہان میں جو برُہان کا لفظ ہے۔ یہ مخفف برہان قاطع ہے برہان
قاطع کی رو کو قطع سمجھکر قاطع برہان نام رکھا تو کیا گناہ ہوا دوسرا ایراد یہ ہے کہ مصرع

با انگلستان ستیزہ عیب

انگلستان کا نون تلفظ میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں کہ خدا کے واسطے انگلش اور انگریز
کا نون باعلان کہاں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں
سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں۔ اور اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا وہ
ورق چھاپے کا جو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اُس کو غلطنامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد
بندھوا لیجئے گا حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا مصرعہ

اینہم کہ جواب نو لیسند جواب ست

سمجھ لو اور چپ رہو میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھیگا کہ میں نے مختار سے
پوچھا اُس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت
ہی باور کریں گے فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز

ہیں ایک صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی ہو گئے تھے زبان آور اور حالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی۔ کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے یہاں دو ایک بار آئے تھے۔ پھر وہ خدا جانے کہاں گئے ہیں۔ دلی آرہا کم و بیش بیس برس ہوئے ہونگے امجد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجھکو بسبیل ڈاک آیا چونکہ اُن دنوں میں دماغ تندرست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔ خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرعہ لکھا ع

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا جے پور میں نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خانی اور بہادری کا خطاب دیا ہے مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں۔ وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے گا۔ تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر خاں کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی عرصے میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کی بیت اسم یہ ہے۔ آغاز قصیدہ

امجد علی شہ آنکہ بذوقِ دعائے او  حمد رہ نماز صبح قضا کرد روزگار

الخ متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں توکلت علی اللہ بھیج دیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا وزیر پڑھکر بہت خوش ہوا آئین شائستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مہر کن سے میری مہر خطابی کھُدوا کر بھجوا دیجئے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم فقیر نے سرانجام کر کے بھیجدیا رسید آئی اور قصیدہ کی بادشاہ تک گذرنے کی نوید بس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اُس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا

سچ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب کا ملنا غلط بہادری کی مہرتم سے بفریب حاصل کر کے
مرشد آباد چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپیہ دیئے تھے ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ
لو خالق کی قدرت مقتضی اِس کی ہے کہ جو اِس شہر کے پناہ کے اندر پیدا ہو مرد یا عورت
خفقان و مراق اُسکی خلقت و فطرت میں ہو آٹھ دس برس کے بعد ساون کے اخیر
مینہ خوب برسا لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی
گری دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے دس بیس آدمی دبکر مرے دو تین
شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا اپنے اپنے عزیزاں
بسفر رفتہ کو لکھا جابجا اخبار نویسوں نے اُن سے سُن کر درج اخبار کیا تو اب دس بارہ دن
سے مینہ کا نام نہیں دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے وہی خفقانی صاحب اب یہ کہتے پھرتے
ہیں کہ کھیتیاں جلی ہیں۔ اگر مینہ نہ برسے گا۔ تو پھر کال پڑے گا۔ مکانات کے گرنے کا حال
یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے یغمائی لوگ کڑی تختہ کیواڑ چوکھٹ بعض مکانات کی چھت
کا مصالح سب لے گئے۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمت کا مقدور کہاں فرمایئے
مکانات کیوں کر نہ گریں *

(۴۶)

پیر و مرشد ۱۲ بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر
خط دیا۔ میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا۔ اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا
حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ مرے سے سُنیئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا اُس کی
رسید آئی کئی سکتے ہوئے شعر لُٹے آئے اُن کی قباحت پوچھی گئی قباحت پوچھی گئی۔ الفاظ
قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیئے گئے۔ صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو
اِس نگارش کا جواب آجتک نہیں شاہ معز الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا۔ جواب میں
جو کچھ انہوں نے زبانی فرمایا۔ وہ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اِس تحریر کا بھی جواب بلا شعر

پوچھو ہیں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا ... اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں خیر اب بہت دن کے

نواب انوار الدولہ [illegible] کے نام

بعد شکوہ کیا لکھا جائے باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے بن گئی بیچارگی پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے
اس شہر پر ہوا پہلا باغیوں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا دوسرا لشکر خاکیوں کا اُس میں
جان و مال و ناموس و مکان و مکیں و آسمان و زمین آثار ہستی سراسر لُٹ گئے تیسرا لشکر کال کا
اُس میں ہزار ہا آدمی بھوکے مرے چوتھا لشکر ہیضہ کا اُس میں بہت پیٹ بھرے مرے
پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاب و طاقت عموماً لٹ مرے آدمی کم لیکن جس کو تپ آئی
اُس نے اعضا میں طاقت نہ پائی اب تک اِس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا میرے گھر میں
دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا اور ایک میرا داروغہ خدا اِن دونوں کو جلد صحت دے
برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے۔ لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں زمیندار خوش
کھیتیاں تیار ہوئیں خریف کا بیڑا پار ہے۔ ربیع کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے
کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ آہا ہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی
مغل علی خاں غدر سے کچھ دل پہلے مستسقی ہو کر مر گئے ہے ہے۔ کیونکر لکھوں حکیم رضی الدین
خان کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی اور احمد حسین خان چھوٹے بھائی بھی اُسی دن
مارے گئے۔ طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت آئے تھے۔ غدر کے
سبب جانہ سکے یہیں رہے بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی طالع یار خاں ٹونک
میں ہیں زندہ ہیں۔ پر یقین ہے کہ وہ مردہ سے بدتر ہونگے میر چھوٹم نے بھی پھانسی
حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگے تھے وہاں
وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے اور رنگ آباد میں رہے حیدر آباد میں رہے۔
سال گذشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے سرکار سے اُن کی صفائی ہوگئی۔ صرف جان بخشی۔
روس الدولہ کا مدرسہ عقب کو کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں
مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور
کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل
ہوگیا ہاں قاسم خاں کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام ہیں۔ وہ اُن
کو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں

شاید بجا و لپو بھی جائیں گے ٭

(۴۷)

خداوند نعمت شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُن کی خدمت میں بھیجدیا گیا۔ جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں اگر جواب بھجوادیں گے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا قصیدہ کو بار بار دیکھا اور غور کی جس طور پر ہے اُس میں گنجائیش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے۔ ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہیں کوئی ترکیب فارسی ٹکسال باہر نہیں۔ مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے۔ دوسرا قصیدہ اِس زمین میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلیف بار وہ ہے بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو۔ پس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط خجالت سے سرور پیش ہوکر قصیدہ کو اِس لفافہ میں بھیجتا ہوں خدا کے مورد عتاب نہوں غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض دموی بلائے جانی انواع و اقسام کے اوہام و شور شائع چارہ ناسودمند اور سعی ضائع میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلّی آئی تھی۔ یا خود قہر الٰہی کا پے در پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت دلّی ممتاز ہے ورنہ سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ وبلا کا دروازہ باز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام۔

(۴۸)

پیر مرشد میں آپ کا فرماں پذیر اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجالانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں وہ مکتوب کہاں بھیجوں۔ آپ کے پاس بھیجدوں یا اُنہیں صاحب کے پاس بھیجدوں اور وسیم الدین وظہیر الدین کو منشی میر شیخ خواجہ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اِس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پاکر اپنے اپنے گھر آگئے بانیہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی منحصر اِس میں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے۔ اور یہیں محبوس رہے۔ یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے خواہش کیا ہے اور کارپرداز ہے

کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ پھر جو کچھ لکھوں اُس کو کہاں بھیجوں طریق تو یہ ہے۔ کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں۔ اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجدوں کے نزدیک احمق ہوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجھکو لکھا ہے کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ اِس خط کو پڑھ کر تفحص کریں۔ کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے بہرحال اِس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپکے نام کا روانہ کرتا ہوں۔ اِس میں صرف ایک خط موسومۂ منشی صاحب ہے کھلا ہوا اُس کو پڑھ کر میاں امیرالدین کے پاس بھیجدیجئے گا۔ مگر گوندلگا کر اور یہ منظور نہ ہو۔ تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھکر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں ۔

(۴۹)

نواب انوار الدولہ کے نام

پیرو مرشد شب رفتہ کو مینہ خوب برسا ہوا ایسں فرط برودت سے گزند پیدا ہوگیا اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے ابر تنک محیط ہے آفتاب نکلا ہے۔ پرنظر نہیں آتا ہے۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسند عزو جاہ پہ جانشیں اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلیس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کورنش بجالاتا ہوں۔ اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجانہ لاؤں۔ حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اُٹھائی ہے بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیری میں میری شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں حضرت آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس اصل کا جس پہ یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا فقیر کو تو یہ طرز پسند نہ آئی مطلب اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے یوں لکھنا تھا۔ کہ آپ کا عنایت نامہ اور اُس کے ساتھ نسب نامہ خاندان مجد و علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سرا

کا معتقد نہ رہا۔ آپ نے اُس کو مصاحب بنا رکھا ہے اِس سے اِس کا دماغ چل گیا ہے۔
قبلہ و کعبہ کیا جناب مولانا قلق ہیں۔ حضرت شفیق نے جو غالب کی شفاعت کی تھی۔ وہ
مقبول نہ ہوئی۔ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہمزبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپ کی بات
اِس باب میں کبھی نہ مانوں گا۔ جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوایئے گا
اِس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی میں موجود ہوں والسّلام۔

(۵۰)

پیر و مرشد۔ کورنش مزاج اقدس الحمد للہ تو اچھا ہے۔ حضرت دعا کرتا ہوں پرسوں
آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا آپ کو مع افیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا مخلصانہ
محبتانہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنیئے ڈاک کا ہرکارہ جو بلّی ماروں کے محلے کے خطوط پہنچاتا
ہے۔ اِن دنوں میں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں ناتھ یا ڈھمک داس
میں بالاخانے پر رہتا ہوں۔ حویلی میں آکر اُس نے داروغہ کو خط دیا اور اُس نے خط
دیکر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپکو
جیسا دلّی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا۔ اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا۔
حیران کہ یہ کیا کہتا ہے سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا
اُس قرمساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاءالدین
خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں۔ شاید آخر ماہ حال یعنی جولائی یا اوّل ماہ آیندہ یعنی
اگست یہاں آجائیں۔ آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے
کتاب کیوں مانگیں۔ اور زحمت کیوں اُٹھائیں۔ جس قدر کہ علم اُن کو اِس خاندان مجدت
نشان کے حال پر حاصل ہو گیا ہے کافی ہے۔ مولانا قلق کے نام سے عرضی اُن کو
پہنچا دیجیے گا۔ اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا۔

## ۵۱۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز کے نام

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا

مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ ہاں بھائی ضیاء الدین خاں صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب ہندی اور فارسی نظم اور نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے۔ سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا۔ پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں۔ ہاں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارھویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے۔ کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی اور فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکۂ معظمۂ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے یہ کتاب مطبع مفید خلائق آگرہ میں منشی بنی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی مہر اور منشی ہر گوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب منشی امیر علی خانصاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو یہ نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلائق میں سے منگا لیں۔ اور ملاحظہ فرمائیں +

(۵۲)

میاں کل زین العابدین فوق کا خط مع اشعار کے ٹکٹ دار لفافہ کے اندر رکھ کر بہ سبیل ڈاک بھجوا دیا ہے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو میں نے جواب لکھا تیسرے پہر کو روانہ کیا۔ موتیوں کا پھنکا البتہ بہت مناسب ہے خیر موتیوں کا نوالہ بھی سہی۔ حافظ کے شعر کی حقیقت جب سمجھو گے۔ جب قواعد مقررۂ اہل سخن دریافت کرو گے قاعدہ یہ ہے کہ اگر مطلع میں یا اور اشعار میں قصیدہ کی احتیاط آپڑے اور اُس کی اطلاع ایک شعر میں کر دیں تو وہ عیب جاتا رہتا ہے۔ جیسا کہ اُستاد کا قطعہ ہے اُس میں ربو وغیرہ بود کا لیو قافیہ ہے اور شعر اخیر قطعہ کا یہ ہے شعر

غلط کردم دریں معنی کہ گفتم — زنخدانِ نگار خویش را سیؤ

حالانکہ صحیح سیب ہے بجائے موحدہ شاعر نے اطلاع دی کہ میں نے غلط کیا جو سیو لکھا۔ اسی طرح حافظ فرماتا ہے مصرع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

حاصل اس کا یہ کہ دیکھ کتنا تفاوت ہے۔ ایک جگہ حرف ردی ساکن اور ایک جگہ متحرک مگر یہاں ابھی معترض کو گنجایش ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہاں تفاوت کو ہم بھی جانتے ہیں سوال یہ ہے کہ یہ تفاوت تم نے کیوں رکھا ہے اس کا جواب پہلا مصرع ہے مصرع

صلاح کار کجا و من خراب کجا

یعنی حافظ فرماتا ہے کہ میں عاشق زار و دیوانہ ہوں۔ صلاح کار سے مجھ کو کیا کام پورب کے ملک میں جہانتک چلے جاؤ گے تذکیر و تانیث کا جھگڑا بہت پاؤ گے۔ سانس میرے نزدیک مذکر ہے۔ لیکن اگر کوئی مونث بولے گا۔ تو میں اس کو منع نہیں کر سکتا۔ خود سانس کو مونث نہ کہونگا۔ سیف کو عدو کش کہو اور کمند کو عدو بند۔ سیف عدو بند نہیں ہو سکتی تم کو کہتا ہوں کہ تم تلوار کو عدو بند نہ کہو کوئی اور اگر کہے تو اس سے نہ لڑو زلف کو شب رنگ اور شب گون کہتے ہیں۔ شب گیر زلف کی صفت ہرگز نہیں ہو سکتی شبگیر اس سفر کو کہتے ہیں۔ کہ پھر چھ گھڑی رات رہے چلدیں نالہ شبگیر آہ و زاری آخر شب کو کہتے ہیں زلف شبگیر نہ مسموع نہ معقول سخن کا قافیہ بن بھی درست ہے اور تن بھی جائز وہی سخن کا دوسرا حرف مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی ہے اور اس پر متقدمین اور متاخرین اور اہل ہیت اور اہل ہند۔ کو اتفاق ہے قبہ خشخاش پوست کے ڈوڈے کو کہتے ہیں۔ اس میں کچھ تامل نہیں چاہیئے تم اپنی تکمیل کی فکر میں رہا کرو زنہار کسی پہ اعتراض نہ کیا کرو والدعا

## ۵۴ - میر مہدی کے نام

برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا۔ کہ اول کچھ حال معلوم کر لوں۔ اور کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں رکھ لوں تو اس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں چونکہ آج تک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہونگا اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا۔ ناچار جو کچھ اور کا حال سُنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت

کرنا چاہا مگر حکیم میر محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا۔ کچھ معلوم نہیں ہوا۔ صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب اجنٹ سے اجازت لیکر بُلا لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اِن کا راج اُن کو مِل جائے کہتے ہیں۔ کہ راؤ راجہ نے اہل خط کے فراق کی شکایت حاکم سے کی تھی۔ جواب پایا کہ وہ لوگ مفسد اور بد معاش ہیں۔ اور تمہاری برادری کے لوگ اُن سے ناخوش ہیں۔ اُن کے آنے میں فساد کا احتمال ہے وہ نہ آنے پائیں گے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ اِن دنوں میں بہت خوش ہیں۔ پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کی داستان اور اِسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے۔ سترہ بوتلیں بادۂ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں **بیت**

کسے کایں مرادش میسّر بود     اگر جم نباشد سکندر بود

امیر سرفراز حسین خاں کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں۔ اور دیدار کی آرزوئیں اہاہا میرا پیارا مہدی آیا آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور ہے۔ دار السرور ہے۔ جو لطف یہاں ہے۔ وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے۔ کوسی اُس کا نام ہے بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے۔ خیر یوں بھی ہے۔ تو بھائی آب حیات تو عمر بڑھاتا ہے۔ لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تمہارا خط پہنچا تردد عبث میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہے نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلہ کی حاجت بے وسواس خط بھیجدیا کیجئے اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب اور صحت مرغوب ہے اِس وقت تک مہمان ہوں دیکھاں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اِس وقت اِس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

(۴۴)

اے جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب کہو صاحب آج اجازت ہے

میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا منع کرتا ہوں میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے۔ صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں نہیں میرن صاحب اِس خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں۔ وہ خفا ہوا ہوگا۔ جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں۔ آپ سے خفا کیا ہونگے بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو سُبحان اللہ سبحان اللہ لے لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور پڑھا جاتا تو میں سُنتا اور خط اُٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں۔ تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط آجاوے میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیئے گا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو تمہارے جانے سے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا۔ اور آجتک اُس کو خط نہیں لکھا لاحول ولا قوۃ سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ نہیں یہ اپنے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہو گئی۔ پیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو۔ پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو یہ بڑی بات ہے۔ کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہونگے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جالوں حکیم میر اشرف میں اور ان میں کچھ کونسل ہو تو رہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو بھی اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں۔ تو اُن سے یہ پوچھیو کہ جناب لارڈ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمہاری کیا گت ہوئی تھی۔ اور یہ بھی معلوم کریجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ دفتر را گاؤ خورد اس کے معنی کیا ہیں۔ پوچھیو اور نہ چھوڑ یو۔ جب تک نہ بتائیں۔ اُس وقت پہلے تو آندھی چلی پھر مینہ آیا اب مینہ برس رہا ہے میں خط لکھ چکا ہوں سرنامہ لکھ کر رکھ چھوڑوں گا۔ جب ترشح موصوف ہو جائے گا۔ تو کلیان ڈاک کو لیجائے گا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے

اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں میر نصیر الدین کو دعا کہنا +

## ۵۵ میرزا علاؤ الدین خاں کے نام

سُنو عالم دو ہیں۔ ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے۔ جو خود فرماتا ہے لمن الملک الیوم اور پھر آپ جواب دیتا ہے للہ الواحد القہار ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ ۸ رجب ۱۲۱۲ھ کو مجھ کو روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا۔ ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلّی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اس زندان میں ڈال نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا۔ تین برس بلاد شرقیہ میں پھرتا رہا پایان کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے۔ اور پھر اسی مجلس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریزپا ہے۔ دو ہتکڑیاں اور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے فگار ہاتھ ہتکڑیوں سے زخمدار مشقت مقرری اور مشکل ہو گئی۔ طاقت ایک قلم زائل ہو گئی بیحیا ہوں سال گذشتہ بیڑی کو زاویہ زندان میں چھوڑ مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینہ وہاں رہا تھا۔ کہ پھر پکڑ آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا۔ بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی حکم رہائی دیکھیے۔ کب صادر ہو ایک ضعیف سا احتمال ہے۔ کہ اسی ماہ ذیحجہ ۱۲۷۷ھ میں چھوٹ جاؤں بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا۔ شعر

فرخ آن روز کہ از خانۂ زنداں بروم\
سوئے شہر خود ازیں وادی ویراں بروم

(۵۶)

او میاں سید زادہ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ ڈھیے ہوئے اردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم نظام الدین مجنوں کہاں ذوق کہاں مومن کہاں ایک آزردہ سو خاموش دوسرا غالب وہ خود مدہوش نہ سخنوری رہی نہ سخن دانی کس برتے پر تتا پانی ہائے دلی وائے دلی بھاڑ میں جائے دلی سنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد دلاور خاں اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں اس شخص کا حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھنؤ رقوم کیا ہے طریق کیا ہے احمد حسین خاں کی عمر کیا ہے لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے۔ طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے بھائی لکھو اور جلد لکھو۔

میر مہدی مجروح کے نام

(۵۷)

نور چشم راحت جان میر سرفراز جیتے رہو اور خوش رہو تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوبؑ کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں۔ یا جوان ہیں یا ناتوان ہیں۔ بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہیں۔ کوئی جلا بھنا کہتا ہے۔ شعر

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ — یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں۔ سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علی خاں آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے ہیں اللہ اللہ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا میں مرونگا۔ تو مجھ کو کون روئے گا۔ سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاطی باتیں کرو کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے۔ کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤں گا میں نے اُن کی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے۔ خلاصہ

میر مہدی کے بھائی میر سرفراز حسین خاں

اُس کا یہ ہے کہ صاحب اپنی نہیں ہے۔ نہ ہو غلام اشرف نہیں ہے۔ نہ ہو اگر منظور کیجیے تو
میں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرعہ کے مصرع
دل بدست آور کہ حج اکبر است
تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش اگر غلام اشرف جانو تو راضی رات کو
اپنے گھر میں باتیں بناؤ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ سید انور کا جو حال
لکھتے ہو وہ سچ ہے راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں
دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھ کو کیسا غم ہوا ہے تم
اس جرگے سے جدا ہو تم کو اندیشہ کیا ہے۔ میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو میر
مہدی صاحب سارا خط پڑھ کر کہیں گے۔ مجھ کو دعا بھی نہ لکھی بھائی میری دعا پہنچے۔
میر نصیر الدین ایک میرے یہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہو تو دعا
کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں
لکھتے بھلا دیکھیں تو سہی تم جانتے ہو یہ خط کس کا ہے ٭

(۵۸)

سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ ہاتھ کیا آیا ہے کہ تم نے سارے جہان کو سر پر اٹھا
لیا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرۂ نورانی پر جھا سا نکا ہے تم کو سرمایہ آرایش گفتار بہم
پہنچا ہے میری اُن دعا پہنچاؤ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو یہاں کا بھائی نقشا ہی کچھ اور
ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت
ہوتی تھی۔ آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی۔ اس مہینے میں برابر وہی
صورت رہی ہے۔ آج ۲۷ مارچ کی ہے۔ پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آنچ ویسی
ہی تیز ہے۔ خدا اپنے بندوں پر رحم کرے۔ مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت
کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا۔
کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی۔ آج پانچواں دن ہے کہ نواب
لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بہ سبیل ڈاک آیا وہ ہی کاغذ افشانی وہی القاب

بنام مہدی مجروح

قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین عبرانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لائیگا۔ تو اُس کی زیارت، کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے وہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور خط دکھا دینا +

(۵۹)

بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی۔ لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے۔ اس واسطے ایک لفافہ تمہاری پیشکار کا تمہاری نذر کرنا پڑا پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے۔ اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوا تم نے بھی خط لکھا تھا۔ کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے۔ اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے۔ اور میں اِدھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں۔ اُن کی کتاب رہ گئی۔ اب اُن تک کیونکر پہنچے گی۔ خدا خیر میاں لڑکے سنو میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں۔ شاہ محمد اعظم صاحب کے وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اس واسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں۔ اور پھر تمہارے علاقہ سے اُن کو دعا لکھتا ہوں صوفی صوفی ہوں۔ اور حضرت صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں مصرع

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

جواب ہے تمہارے اُس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے میں اُن کو دعا سلام لکھوں گا۔ تو اُن سے تم کا ہے کو کہو گے پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے اُن کی بندگی مجھ سے لی ہے۔ واسطے خدا کے میری اُن کو کہہ دینا +

برخوردار نورچشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات و صحت کے معلوم ہو بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا گیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو مانع نہ آئے گیا تپ ابن بنکر آئی تھی جو اُس کو روکتے ہوئے شرمائے حکیم اشرف علی ابھی گئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیج دیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے۔ کیا عجب ہے۔ کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے۔ حق تعالے تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجھ کو سنائے ۔

سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تم نے مجھ کو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کا کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے مصرع

بہ غیر دل گرانست ورد بادارد

پڑھتا ہوں اُس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجھکو کیا پیام ہے کچھ نہیں شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو ادھر خاتمہ بالخیر ہے یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میر پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں لکھوں میری بلا لکھے اب جو تم خط لکھو گے۔ اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور اُن کے لئے سلام تک بھی اِس میں نہ ہوگا تو میں اُس کا جواب آنکھوں سے لکھوں گا۔ اور وہاں میاں پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مرنا سنا ہوگا اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دو بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں۔ کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا۔ کہ کونسی لڑکی مری کاش اُس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی مری ہے۔ اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے تو نے بھی نام لکھو ۔



میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب صاحب رسن بہادر نے

مجھ کو بلایا پنجشنبہ ۲۴ فروری کو میں گیا صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے۔ میں اُلٹا پھر آیا۔
جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ملاقات ہوئی کرسی دی۔ بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی
چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے مکلوڈ صاحب حاکم
اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کر لکھو سو ہم تم
سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکۂ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو حقیقت کہی گئی ایک کاغذ آمد و لایت لے
گیا تھا۔ وہ پڑھوا دیا تھا۔ پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے اُس کی حقیقت بیان
کی کہا ایک مکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے۔ اور ایک ہم کو دو۔ میں نے عرض کیا کل
حاضر کروں گا۔ پھر پنشن کا حال پوچھا۔ وہ بھی گذارش کیا۔ اپنے گھر آیا اور خوش آیا
دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمۂ ولایت کی کیا خبر کتابوں سے کیا اطلاع پنشن
کی پرسش سے کیا مدعا یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے۔ اور یہ صورت
مقدمہ فتح وفیروزی ہے۔ غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ میں اپنے
گھر رہا۔ دوشنبہ ۲۸ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا
توقف کرو بعد تھوڑی دیر کے گرٹھ کپتان کی چھٹی آئی سواری مانگی جب سواری آ گئی
باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ وہ اُدھر سوار
ہو گئے میں اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت انبساط
اور اختلاط سے باتیں کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے گیا تھا۔ وہ دکھائے
ایک خط مکلوڈ صاحب بہادر کے نام لے گیا تھا۔ وہ دیکر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ
یہ بھی بھیجا جائے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے
باب میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو عرض کیا بہتر اجرٹن صاحب بہادر
جیسا کہ تم کو معلوم تھا۔ گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ
وہ حکم دینگے اُس کے موافق عمل کرونگا۔ جب بلائیں گے۔ تب جاؤں گا۔ دیکھو سید
اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا بائیس مہینے تک بھوکا
پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے۔ میرے نفقہ کا

حکم بھیجا یا حکام سے مجھ کو عزت دلوائی میرے صبر و ثبات کی داد ملی صبر و ثبات بھی اُنہی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا۔ اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

(۲ط)

میاں کس حال میں ہو کس خیال میں ہو کل شام کو میرن صاحب روانہ ہوئے۔ یہاں اُن کی سسرال میں قصے کیا کیا نہ ہوئے ساس اور سالیوں نے اور بی بی نے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ خوش دامن صاحب بلائیں لیتی ہیں۔ سالیاں کھڑی ہوئیں دعائیں دیتی ہیں۔ بی بی مانند صورت دیوار چپ جی چاہتا ہے چیخنے کو مگر ناچار چپ وہ تو غنیمت تھا۔ کہ شہر ویران نہ کوئی جان نہ پہچان ورنہ ہمسایہ میں قیامت برپا ہو جاتی ہر ایک نیک بخت اپنے گھر سے دوڑی آئی امام ضامن علیہ السلام کا روپیہ بازو پر باندھا گیا ۱۱ روپیے خرچ راہ دیئے۔ مگر ایسا جانتا ہوں کہ میرن صاحب اپنے جد کی نیاز کا روپیہ راہ ہی میں اپنے بازو سے کھول لیں گے اور تم سے صرف پانچ روپیے ظاہر کریں گے۔ آپ سچ جھوٹ تم پر کھل جائے گا۔ دیکھنا یہی ہوگا۔ کہ میر صاحب تم سے بات چھپائیں گے۔ اِس سے بڑھ کر ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ ساس غریب نے بہت سی جلیبیاں اور تو دہ قلاقند ساتھ کر دیا ہے اور میرن صاحب نے اپنے جی میں یہ ارادہ کیا ہے کہ جلیبیاں راہ میں چٹ کریں گے اور قلاقند تمہاری نذر کر کر تم پر احسان دھرینگے۔ بھائی میں دلی سے آیا ہوں۔ قلاقند تمہارے واسطے لایا ہوں زنہار ورنہ کیجئیو مال مفت سمجھ کر لے لیجیو کون گیا ہے کون لایا ہے۔ کلو ایاز کے سر پر قرآن رکھو کلیان کے ہاتھ گنگا جلی دو بلا میں بھی قسم کھاتا ہوں۔ کہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں لایا۔ واللہ میرن صاحب نے کسی سے نہیں منگایا۔ اور سنو مولوی مظہر علی صاحب لاہوری دروازہ کے باہر صدر بازار تک اُن کے پہنچانے کو گئے رسم مشایعت عمل میں آئی اب کہو بھائی کون بڑا اور کون اچھا ہے۔ میرن صاحب کی نازک مزاجیوں نے کھیل بگاڑ رکھا ہے یہ لوگ تو اُن پر اپنی جان نثار کرتے ہیں۔

عورتیں صدقہ جاتی ہیں۔ مرد پیار کرتے ہیں۔ مجتہد العصر سلطان العلما مولانا سرفراز حسین کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ حضرت ہم تم کو دعا کہیں اور تم ہم کو دعا دو میاں کس قصے میں پھنسا ہے۔ فقہ پڑھ کر کیا کرے گا۔ طب و نجوم و ہیئت و منطق فلسفہ پڑھ جو آدمی بنا چاہے خدا کے بعد نبی اور نبی کے بعد امام یہی ہے مذہب حق والسلام والاکرام علی علی کیا کر اور فارغ البال رہا کر +

(۶۳)

واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں۔ مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے۔ مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ جو سخن پردازی کروں بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ لو سنو اب تمہاری دلی باتیں ہیں۔ چوک میں بیگم کے باغ کے دروازہ کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا۔ اس میں سنگ و خشت و خاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کی کئی دوکانیں ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے پنشنداروں سے حاکموں کو کام کچھ نہیں تاج محل مرزا قیصر مرزا جواں بخت کے سالے ولایت علی بیگ جے پوری کی زوجہ ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی پادشاہ مرزا جواں بخت مرزا عباس شاہ زینت محل یہ کلکتہ پہنچے اور وہاں سے جہاز پر چڑھائی ہو گی دیکھیے کیپ میں رہیں یا لندن جائیں۔ خلق نے آرزوئے قیاس جیسا کہ دلی کے خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے۔ سو سارے شہر میں مشہور ہے۔ کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں لوگ عموماً شہر میں آباد کیے جائینگے۔ اور پنشنداروں کو جھولیاں بھر بھر روپیے دیئے جائیں گے۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲۔ دسمبر کی ہے۔ اب شنبہ کو بڑا دن اور دوشنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو

اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو اب
صورت کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے۔ میر اشرف علی صاحب اب دائر سائر
تھے۔ پانی پت میں مقیم کیونکر ہو گئے۔ کچھ لکھیئے تو میں جانوں میر نصیر الدین کو میری
دعا اور اشتیاق دیدار میرن صاحب کہاں ہیں۔ کوئی جائے اور بلا لائے۔ حضرت آپنے
سلام علیکم مزاج مبارک کہیئے۔ مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا۔ یا
نہیں۔ اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز
حسین کم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کیا
کروں میں کہیں تم کہیں۔ وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ہیں۔
انشاءاللہ تعالےٰ جب ایک جا ہوں گے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہائے ہائے
کیونکر ایک جا ہوں گے دیکھیئے زمانہ اور کیا دکھائے گا۔ اللہ اللہ اللہ۔

(۶۴)

میاں کیوں تعجب کرتے ہو یوسف مرزا کے خطوط کے آنے سے وہ وہاں اچھی
طرح ہے حاکموں کے یہاں آنا جانا نوکری کی تلاش حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔
وہاں کے احکام سے ملتے ہیں۔ وہاں کی پنشن کی درخواست کر رہے ہیں ان دونوں
صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجھ کو آتے ہیں۔ جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی
لکھنؤ میں وہ امن امان ہے۔ کہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہو گا۔ نہ ایں
فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں یہ چین ہو گا۔ امرا اور شرفا کی احکام
سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تعظیم و توقیر پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں
کو کمال لطف نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کمشنر
بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں۔ اہل اسلام نہیں ہیں ہنود
کو اور علاقوں پر بھیج دیا۔ اور ان کی جگہ مسلمانوں کو بھرتی کیا یہ تو آفت دلی ہی پر
ٹوٹ پڑی ہے لکھنؤ کے سوا اور سب شہروں میں عملداری کی صورت وہ ہے۔ جو
غدر سے پہلے تھی۔ اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ میں نے بھی دیکھے۔ فارسی

عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط اوخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچھو ارٹکٹ چھپ چکا ہے کل اتوار یوم التعطیل ہے پرسوں دوشنبہ سے دیکھیئے یہ کاغذ کیونکر تقسیم ہوں۔ یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سُنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کو حکم آیا ہے۔ کہ اسد اللہ خاں پنشندار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے۔ یا نہیں۔ کوتوال نے موافق ضابطے کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں۔ سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترہ جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کر آئینگے۔ تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ مل جائیگا۔ اور آئیندہ کو پنشن جاری ہو جائے گی نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرونگا۔ چھ مہینے کا یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں۔ اُس طلب کے جواب میں یہی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کر بھیجدو تو میں آؤں۔ دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا میرن صاحب کو مُبارک باد کہنا +

(۶۵)

بنام میر مہدی

کیوں یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمہارا خط پڑھ کر دو سو بار یہ شعر پڑھا۔ **شعر**

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک  آتشِ شوق تیز تر گردد

کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیگا۔ نہیں میں آتا ہوں۔ بھلا بھائیؑ اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بلاتا اُنہیں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے اِدھر اُدھر کی بات کوئیؑ انگریزی کاغذ دکھایا۔ یا کوئیؑ خط فارسی پڑھوایا۔ اجی کیوں حضرت آپ میرن صاحب کو نہیں بلاتے صاحب میں تو اُن کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا اُن کو پتہ لکھا ہے۔ کہ وہاں ٹھہر کر

مجھ کو اطلاع کرو میں شہر میں بُلا لونگا۔ صاحب اب وہ ضرور آئیں گے۔ آخرکار اُن سے اجازت لیکر اب تم کو لکھتا ہوں۔ کہ ان سے مختصر یہ کلمہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے۔ کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں۔ کہ عید وہاں کرو۔ تو باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سُنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آگیا ہے۔ اس طرف سے خاطر جمع رکھنا رمضان کا مہینہ روزہ کھا کھا کر کاٹ آئے۔ آئندہ خدا رزاق ہے۔ کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے بس جب ایک چیز کھانے کو ہوئی۔ اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے میر سرافراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا یہ خط پڑھا دو اور اِدھر کو روانہ کرو کیا خوب بات یاد آئی ہے۔ کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بُلانے کی راہ دیکھیں شکرم میں کرانچی میں جو بیٹھے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلی ماروں کے محلہ میں میرے مکان پر اُتر پڑیں مرزا قربان بیگ کے مکان میں مولوی ظفر علی رہتے ہیں۔ میرے اُن کے مسکن میں ایک میر خیرات علی کی حویلی درمیان ہے ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا صلاح تو ایسی ہے اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں +

(۶۹)

برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے۔ واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے۔ جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے۔ تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے۔ میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لفافہ میں رکھ ٹکٹ لگا سرنامہ لکھ کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ ادھر وہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھو میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے۔ سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہوگا مگر وہ جو کچھ تم نے سُنا ہوگا بے اصل باتیں ہیں۔ پنشن کا

مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیشِ نظر یہاں کے حاکم نے اگر ایک روبکاری
لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی۔ میرا اُس میں کیا ضرر یہاں تک لکھ چکا تھا۔ کہ دو ایک
آدمی آگئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے بکس بند کیا باہر تختوں پر آ بیٹھا شام ہوئی۔
چراغ روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر ہیں میں پلنگ پر
لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم الیقین سید نصیر الدین آیا ایک کوڑا ہاتھ میں
اور ایک آدمی ساتھ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اُس پر گھاس ہری بچھی ہوئی میں نے کہا
اہا ہا سلطان العلما مولانا میر سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسید بھیجی ہے بارے
معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے۔ فیض خاص نہیں لطف عام ہے۔ شراب
نہیں آم ہے خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعیم البدل ہے ایک ایک آم ایک ایک سربمہر
گلاس سمجھا لمکور سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینسٹھ گلاس میں سے
ایک قطرہ گرا ہے۔ میاں کہتا تھا۔ کہ یہ اسی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔ تا اُن کی
بُرائی اوروں میں سرایت نہ کرے۔ ٹوکرے میں سے پھینک دیے میں نے کہا بھائی یہ
کیا کم ہے۔ مگر میں تمہاری تکلیف اور تکلیف سے خوش نہیں ہوا۔ تمہارے پاس روپیہ
کہاں جو تم نے آم خریدے خانہ آباد دولت زیادہ لمکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے
قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام
قوام پتلا دیکھو اس نعمت کے معنی کسی فرہنگ میں نہ پاؤ گے ؛
وہاں فرہنگ مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کنجی ہیں اور
ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپے کو لے گئے ہیں میری دعا کہدینا ؛

(۶۷)

میری جان خدا تجھ کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہونے آیا۔ داڑھی میں بال
سفید آگئے مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو یہ تو جانتے
ہو کہ دلی کے سب پنشنداروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملی یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں
مہینہ ہے چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا

باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم
نہیں ہوا تو اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُس کو کچھ نسبت ہے یا نہیں۔ یہ
حضرت کا سوال میر خسرو کی انملی ہے رحم اللہ گئی تو کاہے سے پھٹکوں راب
علی بخش خاں پچاس روپیہ مہینا پاتے تھے۔ بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو
چھ سو روپیہ مل گئے باقی روپیہ چڑھا آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں غلام حسین خاں سو
روپیہ مہینے کا پنشندار بائیس مہینے کے بائیس سو روپیہ ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے دیوان
کشن لال ڈیڑھ سو روپیہ مہینے کا پنشندار بائیس مہینے کے تینتیس سو روپیہ ہوتے ہیں
اُس کو اٹھارہ سو ملے۔ منا جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکہ نمبر سال بھر کے ایک سو بیس
لے آیا۔ اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں
مجھ کو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط لکھے تو اخیر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا
کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ مل جائیں۔ مَیں نے وہ سو روپیہ نہیں لیے۔ اور پھر
صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر
کے ساڑھے سات سو روپیہ ہوتے ہیں سب پنشنداروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھ کو
سو روپیہ کیسے ملتے ہیں۔ مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جائے۔ ابھی اس
میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب
بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے حمقا جو باہر پڑے ہوئے ہیں مُنہ کھول کر رہ
گئے۔ اب جب وہ معاودت کرینگے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل
آئے میر سرافراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں۔

(۶۸)

سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار تم مجبور میں ناچار لو اب کہانی سنو میری
سرگذشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفےٰ خان بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے
تھے۔ سو اُن کی تقصیر معاف ہوئی۔ اور اُن کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے جہانگیر آباد
کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا ناچار وہ رہا ہو کر

بنام مردان علی خاں

میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔ میں بمجرد اِس کی خبر استماع کے ڈاک
میں بیٹھ کر میرٹھ گیا۔ اُن کو دیکھا چار دن وہاں رہا پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا دن اور تاریخ
آنے جانے کی یاد نہیں۔ مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا آج بدھ دوم فروری ہے مجھ کو آئے ہوئے
نواں دن ہے انتظار میں تھا کہ تمہارے خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو
تمہارا خط آیا۔ دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں روز شہر میں ایک نیا حکم ہوتا ہے۔ کچھ
سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور
یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار
مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر حوالات
میں بھیج دیتا ہے حاکم کے یہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں۔ یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا
ہے آٹھ دن قید رہتا ہے اِس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون
بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے۔ یہاں
کا جمعدار میرے پاس بھی آیا میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی
عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشندار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے
کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا نہ گوروں کے زمانہ میں
نکلا اور نہ نکالا گیا۔ کرنیل براون صاحب بہادر کے زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار
ہے اب تک کسی حاکم نے وہ نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت
جمعدار نے محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی میں بھیج دی کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ
شہر سے باہر مکان دوکان کیوں بناتے ہیں۔ جو مکان بن چکے ہیں اُنہیں ڈھا دو
اور آئندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچہزار ٹکٹ چھاپے گئے
ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم
کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد
ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھئے شہر کی بستی کی
کون مہورت ہے، جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں۔ یا جو باہر پڑے ہوئے

ہیں۔ وہ شہر میں آتے ہیں الملک للہ والحکم للہ نورچشم میر سرفراز حسین اور برخوردار
میر نصیر الدین کو دعا اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی اس میں سے
وہ جو چاہیں قبول کرلیں۔

(۶۹)

میر مہدی جیتے رہو۔ آفرین صد ہزار آفرین اردو عبارت لکھنے کا کیا اچھا ڈھنگ
پیدا کیا ہے کہ مجھ کو رشک آنے لگا۔ کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب
احاطہ میں کی گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں
کے محلے کا رہنے والا لے گیا۔ مگر میں نے اُس کو بحل کیا۔ اللہ برکت دے میری پنشن اور
ولایت کے انعام کا حال کما حقہ سمجھ لو والرحمن الفاد خفیہ ایک طرز خاص پر تحریر
ہوئی نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلانے شخص کی
پنشن کے کل چڑھے ہوئے روپے کے یکمشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ روپیہ
ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم کی منظوری
دیکر تمہارے پاس بھیجدیں سو یہاں اُس کی تعمیل فوراً بطرز مناسب ہو گئی کم و بیش دو
مہینے میں روپیہ سب مل جائیگا۔ اور وہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو
ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانے سے منگوا لو میں نے کہا صاحب یہ کیسی بات کہ اوروں
کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب
روپیہ اور اجرا کا حکم ملجائے گا۔ اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئے گی میں چپ
ہو رہا۔ آج دوشنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع
رسید بھیجکر سو روپیہ منگا لوں پر یار ولایت آگے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے۔ حکم
تو اسی حکم کے ساتھ اُس کی رپوٹ کرنے کا بھی آیا ہے۔ مگر یہ بھی حکم ہو کر اپنی رائے لکھو
اب دیکھئے یہ دو حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب کے گورنر
بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اُس میں
کیا لکھا ہے۔ چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب مجھ سے بھی کہکر مانگی اور میں نے دی اب

دیکھو حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے۔ اِس وقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا خط آیا مجھ کو باتیں کرنے کا مزا مِلا دونوں کو جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں میر سرافراز حسین میرن صاحب میر نصیر الدین کو دعا ٭

(۷۵)

مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اِس چرخ کجرفتار کا بُرا ہو ہم نے اِسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا۔ چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر ہنس بول لیتے تھے۔ شعر

وہ بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک　　اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے کل سے مجھ کو یہ کش بہت یاد آتا ہے سو صاحب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ آتا نہیں آتی مجھ سے خط پہ خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اُس نقصان کا نہیں کر سکتی بہرحال کچھ لکھتا ہوں۔ دیکھو کیسا لکھتا ہوں۔ سنو پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم دیر آید درست آید۔ بھئی میں تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجھ کو تہنیت بلکہ اِس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُن کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں۔ اِس کے یہ معنی کہ ہئی ہئی کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمہاری ہم کو پسند نہیں آئیں تم نے میر کا وہ مقطع سُنا ہو گا۔ بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں شعر

کیوں نہ میرن کو مغتنم جانو　　دلّی والوں میں اک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یوں ہے شعر

میر کو کیوں نہ مغتنم جانو　　اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ ارے میاں تم نے کچھ اور بھی سُنا کہ یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا تھا کہ نصیر خان عرف نواب جان والد اُن

کا دایم الحبس ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا
خدا کرے اُس نے جھوٹ سُنا ہو۔ لو بھئی اب تم چاہو۔ بیٹھے رہو چاہو اپنے گھر جاؤ
میں تو روٹی کھانے جاتا ہوں۔ اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا
باقر علی خاں بھی صرف ایک میں اور ایک میرا پیارا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ
خوار ہیں۔ وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے منگا دو میں بھی بجار جاؤنگا
میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سُنا دینا۔ برخوردار میر نصیر الدین
کو دعا پہنچے ❖

(۷۱)

جیبی دین و دنیا روزی باد میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا وہ جو تم
نے لکھا تھا۔ کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا صاحب قصور
تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو
کہ میں کب سے دلّی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہم نام ہونے دیا۔ نہ کوئی اپنا ہم عرف
بننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہنچا یا فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت
طلب ہوئی اُس نے اچھی لکھی کل ہفتہ کا دِن ساتویں اگست کی مجھ کو اجرٹن صاحب
بہادر نے بُلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کئے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے
اور جلد ملے تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ پندرہ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف
آیندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں۔
صورت اچھی ہے خدا چاہے تو رہائی ہو جائے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر
فارسی کو تمام کیا دفتر بند کر دیا اور لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے
پندرہ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا
تھا۔ کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد
لکھو تا کہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیجدوں۔ ہاں صاحب میر
اشرف علی صاحب یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے

ہیں۔ اگر آجائیں تو مجھ کو اطلاع کرنا۔

(۷۲)

سید صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو۔ لیکن زمانہ وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہؤا۔ تو گیا معلوم ہؤا کہ ڈھائی سو دیئے اِن دِنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں۔ ڈھائی سو کیسے سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی کے پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلا سے آبرو بچی جان بچی اب میر سرفراز حسین کو چاہیئے کہ الور چلے جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصد اپنے ہاتھ سے مجھ کو لکھیں پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر چند تفحص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہؤا کوئی کچھ نہیں بتاتا۔ بہر حال اتنا سُنا ہے۔ اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہؤا ہے کہ میں بیگناہ قرار پایا ہوں۔ اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں۔ بس اِس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر میاں کیا باتیں کرتے ہو میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانے کو نہیں شراب پینے کو نہیں جاڑے آئے ہیں۔ لحاف توشک کی فکر ہے کتابیں چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگھ اندور والے دلّی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنہوں نے وہ نسخہ دیکھا۔ چھپوانے کا قصد کیا آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُس کو میں نے لکھا اُس نے اہتمام کو اپنے ذمہ لیا مسودہ بھیجا گیا۔ ۸؍ فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی اُمید سنگھ نے لیں۔ پچیس روپے چھاپہ خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دیئے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے احکام کو دکھا یا اجازت چاہی حکام نے بکمال خوشی اجازت دی۔ پانسو جلد چھاپی جاتی ہے۔ اُس پچاس جلد میں سے شاید پچیس جلد منشی اُمید سنگھ

مجھ کو دینگے میں عزیزوں کو بانٹ دونگا۔ پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک فرما چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اس کی اطلاع دیدی ہے امین الدین خاں جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیوں کر لکھتا اُن کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے۔ کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگھ اندور جانے والے تھے۔ اگر ختم کر کر مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا۔ تو پھر چھپوا تا کون اہل خط کا حال از روئے تفصیل مجھ کو کیونکر معلوم ہو سُنتا ہوں کہ دعویٰ خون پیش کیا چاہئے ہیں بیوا ہو گیا ہے مسودہ ہو رہا ہے۔ بلنگ صاحب کے جے پور میں ٹکڑے اڑ گئے گورنمنٹ مدعی نہ ہوئے۔ قصاص نہ لیا۔ اب ایک ہندوستانی کے خون کا قصاص کون لے گا۔ شعر

اے سبزۂ سرِرہ از جور پاچہ نالی — در کیش روزگاراں گل خون بہا ندارد

خیر جو ہونا ہے ہو رہے گا۔ بعد وقوع ہم بھی سن لینگے۔ تم اتنا کیوں دل جلا رہے ہو +

(۷۳)

میری جان وہ پارسی قدیم جو ہوشنگ و جمشید و کیخسرو کے عہد میں مروج تھی اُس میں حر بجائے مضموم نور قاہر کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ پارسیوں کی دید و دانست میں خدا کے آفتاب سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے اسی واسطے آفتاب کو خر لکھا۔ اور شید کا لفظ بڑھا دیا شید بشین مکسور و یائے معروف بروزن عید روشنی کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ اُس نور قاہر ایزدی کی روشنی ہے خر اور خرشید یہ دونوں اسم آفتاب کے ٹھہرے جب عرب و عجم مل گئے تو اکابر عرب نے کہ وہ منبع علوم ہوئے واسطے دفع التباس کے خر میں واؤ معدولہ بڑھا کر خور لکھنا شروع کیا۔ ہر آئینہ متاخرین نے اس قاعدہ کو پسند کیا اور منظور کیا اور فی الحقیقت یہ قاعدہ بہت مستحسن ہے۔ فقیر خرجہاں بے اضافہ لفظ شید لکھتا ہے موافق قانون عظمائے عرب بواؤ معدولہ لکھتا ہے۔ یعنی خور اور جہان با اضافہ لفظ شید لکھتا ہے وہاں بہ پیروی بزرگان پارسی سربسر لفظ خور کو بے واؤ لکھتا ہے۔ یعنی خرشید خر کا قافیہ در اور بر کے ساتھ جائز اور روا ہے خود میں نے دو چار جگہ باندھا ہوگا۔

مرزا غالب ... [illegible]

وہاں ہیں بے واؤ کیوں رہا خورشید چاہو بے واؤ لکھو چاہو مع الواؤ لکھو میں بے واؤ
لکھتا ہوں مگر مع الواؤ کو غلط نہیں جانتا اور خُر کو بھی بے واؤ نہ لکھونگا قافیہ ہو یا نہ ہو
یعنی نظم میں وسط شعر میں آپڑے یا نثر کی عبارت میں واقع ہو خود لکھوں گا۔ یہ بات
بھی تم کو معلوم رہے کہ جس طرح خر ترجمہ لوز قاہر کا ہے اسی طرح جم ترجمہ قادر کا ہے۔ کہ
باضابطہ لفظ شید اسم شہنشاہ وقت قرار پایا ہے مجتہد العصر میر سرافراز حسین کو دعا
پہنچے سچ کہیے تمہیں وہاں کوئی مجتہد العصر نہ کہتا ہوگا۔ نہ کہو تم کو کیا میں نے تم نے
مان لیا۔ اب کو کہے یا نہ کہے میاں بدر الدین سے ایک مُہر کھدوا دونگا۔ مصرع

جناب مجتہد العصر سرافراز حسین

پس تم یہ مُہر خطوں پر محضروں پر تمسکوں پر کرنی شروع کرنا سب کے سب تم کو مجتہد العصر
کہنے لگیں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو اور اُن کے فرزند کو دعا پہنچے۔ میرن صاحب
کو دعا پہنچے بھائی میرن اب وہ خس کا پردہ کھول ڈالا صافیاں جھجھر پر لپیٹتا ہوں مدام
بھگوتا ہوں وہ لوں کہاں جو پردے سے لپیٹ کر صافی کو لیکر اور پانی کو ٹھنڈا کرے
وہ پانی جو میر مہدی اور تم اور حکیم جی پیا کئے ہو۔ اب کہاں برف پندرہ دن کی اور
باقی ہے۔ آیندہ خدا رزاق ہے۔

(۴۷)

ہاں صاحب تم کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور
کیا لکھوں تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں تمہارا دماغ
چل گیا ہے لفافہ کو کرید اکر و مسودہ کو کاغذ کو بار بار دیکھا کرو پاؤ گے کیا یعنی تم کو وہ محمد
شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں خیریت ہے وہاں کی عافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا
بہت دن کے بعد پہنچا جی خوش ہوا۔ مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار
میر سرافراز حسین کو دینا اور دعا کہنا اور وہاں حکیم اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا
کہنا لازمہ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح سے خط بھیجتے رہو کیوں سچ کہیو اگلوں
کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے۔ جبتک یوں نہ لکھو وہ خط

ہی نہیں نہیں ہے چاہ بے آب ہے ابر بے باراں ہے نخل بے میوہ ہے خانہ بے چراغ ہے چراغ بے نور ہے ہم جانتے ہیں کہ تم زندہ ہو تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں امر ضروری کو لکھ لیا زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھلائی ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا نماز قضا نہیں پڑھتے۔ اور وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی۔ اب لکھ بھیجی۔ قصور معاف کرو خفا نہ ہو میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے۔ پھر نہ آئے۔ فارسی نئی مَیں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تم کو بھیج دوں نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خان مر گئے۔ حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا۔ آج اُس نے غسل صحت کیا۔ باقر علی خاں کو مہینے بھر سے تپ آتی ہے۔ حسین علی خاں کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں شہر چپ چاپ نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اُڑایا جاتا ہے نہ آہنی سڑک آتی ہے۔ نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشاں ہے کاغذ نبڑ گیا ورنہ تمہارے دل کی کی خوشی کے واسطے ابھی اور لکھتا +

(۷۵)

سید صاحب کل پھر دن رہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سن لو گے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سُنا ہے اُنہیں سے سُنا ہے۔ اِن کا اِس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدہ اور میرے تصور کے مطابق ہے۔ میں جانتا تھا۔ کہ وہاں کچھ نہ ہوگا۔ سو روپے کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ یہ زیر باری میرے بھروسہ پر ہوئی۔ تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اِس چھیاسٹھ برس میں اِس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اُٹھائی ہیں۔ جہاں ہزار داغ ہیں۔ ایک ہزار ایک سہی میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل کڑھتا ہے۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام لوٹ ایسی سخت کال ایسا پڑا وبا کیوں نہ ہو لسان الغیب

بنام میر مہدی حسین

نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔ **شعر**

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی۔ مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی
اس میں میری کسرِ شان تھی۔ بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اردو کا چھاپہ کا تمام ہوا
اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت مہینے میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائے۔ کلیات
نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے۔ اگر ڈول بن گیا۔ تو وہ بھی چھاپا جائے گا۔
قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں۔ اگر مقدور مساعدت کرے گا تو
میں بے شرکت غیر اس کو چھپواؤں گا مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی تیاری کا
حال مجتہد العصر کو معلوم ہے واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام میرا
خداوند کریم میرا آقا و خداوند سخی۔ علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدہم ہو گئی ہے پانچ سات
دن بڑا زور و شور سا پر سوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں
آیا۔ کل رات کو اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ الور
میں بھی وبا ہے۔ الگزنڈر ہیڈ رنے سنتھر بہ الگہ صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا
عزیز اور ترقی خواہ اور مزاج میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اسی جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔
خیر یہ عالم اسباب ہے اس کے حالات سے ہم کو کیا +

(۷۶)

جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا۔ مجھ کو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی
اب اچھا ہوں تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرم کی
پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے۔ میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے ان کو دیکھا نہیں۔ اب
کی بار درد میں مجھ کو غفلت بہت رہی اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔ جب سے
اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے۔ کہ جو
مکان دہلی میں ڈھائے گئے۔ اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اس کو آپ نے
ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ۔ مجتہد العصر

میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا۔ کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس الفت پر اطلاع پائیں

(۷۷)

جانِ غالب تمہارا خط پہنچا۔ غزل اصلاح کے بعد پہونچتی ہے مصرعہ

ہر کسی سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے

مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی مصرعہ

میاں یہ اہلِ دہلی کی زباں ہے

ارے اب اہل دہلی یا ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں۔ خس کی ٹٹی پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ جہت وسمت بدلی ہوئی ہے۔ بہر حال میگذرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈگی کے کنویں یکقلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں کا حال معلوم کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع ہوتا ہوا راجگھاٹ دروازہ کو چلا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرا لق ودق ہے۔ اینٹوں کے جو ڈھیر پڑے ہیں۔ وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغیچہ کی اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا۔ اب وہ باغیچہ کے صحن کے برابر ہو گیا۔ یہاں تک کہ راجگھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں۔ باقی سب اٹ گیا کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو۔ اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازے سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ دھوبی واڑہ رامجی گنج سعادت خاں کا کٹرہ جرنیل کی بی بی کی حویلی رامجی داس گودام والے کے مکانات صاحب رام کا باغ حویلی ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا۔ اب جو کنوئیں

جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائے گا اللہ اللہ دلّی
نہ رہی اور دلّی والے ابتک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسن اعتقاد
ارے بندۂ خدا اُردو بازار نہ رہا۔ اُردو کہاں دلی اب شہر نہیں کمپ چھاؤنی ہے نہ قلعہ
نہ شہر نہ بازار نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے۔ مجھے اور انقلاب سے کیا کام الگزنڈر پدر
نے کا کوئی خط نہیں آیا ظاہر اِن کے مصاحب نہیں۔ ورنہ وہ مجھ کو ضرور خط لکھتا رہتا
میر سرفراز اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا کہنا +

(٧٨)

میر مہدی کے نام

بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلّی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے قلعہ چاندنی چوک
کرندہ بازار مسجد جامع کا ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی ہر سال میلہ پھول والوں کا یہ پانچوں
باتیں اب نہیں پھر کہو دلّی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اِس نام کا تھا نواب گورنر جنرل بہادر
۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہونگے دیکھئے کہاں اُترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں۔ آگے
کے درباروں میں سات جاگیردار تھے۔ کہ اُن کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھجر بہادر گڑھ
بلب گڑھ۔ فرخ نگر دوجانہ پاٹودی لوہارو چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے اُس میں سے
دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کلکٹر بہادر
اُن دونوں کو یہاں لے آئے۔ تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس دربار عام والے مہاجن لوگ
سب موجود اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفےٰ خاں سلطان
جی ہیں۔ مولوی صدر الدین بلّی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد۔ تینوں مردود
محروم و مغموم۔ شعر

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام سبو پھر ہم کو کیا — آسماں سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ جان نثار کے چھتے کی سڑک خاں چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ
بلاقی بیگم کے کوچے کا ڈھینا جامع مسجد کے گرد ستّر ستّر گز گول میدان نکلا سن جاؤ
غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا حکیم الملک حکیم میر اشرف
علی کو دعا قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا یوسف ہند میر افضل علی کو دعا +

(۷۹)



میاں کیوں ناسپاسی وحق ناشناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کہاں۔ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں۔ جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی۔ اب حقیقت مفصل لکھو تم تو زجر کی عادت رکھتے ہو عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دُکھی۔ اور یہ بال بال بچ گیا۔ جو اُس نے حلاف کہے اُس کو غلط جاننا میں نے خط تمہیں جانکر نہیں لکھا تم نے لکھا تھا۔ کہ بعد عید میں آؤنگا مجھکو بھیجنے میں تامل ہو لکھتے کچھ ہو۔ کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو تین برس کے روپے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو مدد خرچ کے جو پائے تھے۔ وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو عملہ فعلہ کی نذر ہوئے مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ میں اُس کا قرضدار ہوں۔ روپے اُس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے حساب کیا سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرے قرض متفرق کا حساب کر کچھ اوپر گیارہ سو نکلے میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجھ کو دو پانسو سات تم لو یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا خزانے سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں بات رہگئی پت رہ گئی حاسدوں کو موت آگئی۔ دوست شاد ہو گئے۔ میں جیسا ننگا بھوکا ہوں۔ جب تک جیوں گا۔ ایسا ہی رہونگا میرا دار وگیر سے بچنا معجزہ اسد اللہی ہے۔ ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیہ ید اللہی ہے حاکم شہر لکھ دے کہ یہ شخص ہرگز پلنے کا مستحق نہیں حاکم صدر مجھ کو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں جواب ترکی ترکی جواب عربی عربی جو انہوں نے لکھا۔ وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں۔ ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا۔ اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا +

(۸۰)

میری جان تم کو تو بیکاری ہیں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے
خط پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ شکایات وعتاب وخطاب لکھنے لگے کل میر اشرف علی
آئے تھے۔ سر منڈوا ڈالا ہے۔ محققین رُوسکم پر عمل کیا ہے میں نے کہا کہ سر منڈوایا
ہے تو داڑھی رکھو کہنے لگے دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم واللہ اُن کی صورت قابل
دیکھنے کے ہے کہتے تھے۔ کہ میر احمد علی صاحب آئے اور بحال وبرقرار رہے خدا کا شکر
بجالایا۔ کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی اچھی خبر سُنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارکباد
دینا خبردار بھول نہ جائیو۔ تمہاری شکایتہائے بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط
مجھ کو پانی پت سے بھیجا تھا۔ اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز
کرلیا تھا۔ کہ جب کرنال سے خط آئیگا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح
کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں تبرید پی کر بیٹھا تھا۔ کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب
لکھا کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دیکر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا بھائی گلہ
کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور وہاں یہ کیا ہے
کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہارے قلم سے نہیں نکلا نہ اُن کی خیر و عافیت
نہ اُن کی بندگی اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو اُن کی بندگی نہ لکھتے خیر و عافیت تو لکھتے۔ یہ
باتیں اچھی نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں۔ تنہا تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں
والدہ اُن کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلا لینگے۔ یا خود بعد
چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی
نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کی بود و باش کی حقیقت لکھو رہا میرا پنشن اُس کا
ذکر نہ کرو اگر ملیگی تو تم کو دی جائیگی۔ شہر کی آبادی کا چرچا ہوا کرایہ کو مکان ملنے لگے
چار سو پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور
جاری ہوا ہے آیندہ کیا ہو گا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین
کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم وعمل پر بندگی چاہیئے مگر خیر میں عزیزداری و یگانگی کی

راہ سے دعا لکھتا ہوں میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیرالدین کو زیادہ کیا لکھوں ؛

(۸۱)

واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ بات اتنی ہی ہے۔ کہ میرا پلنگ مجھ کو ملا میرا بچھونا مجھ کو ملا میرا حمام مجکو ملا میرا بیت الخلا مجھ کو ملا رات وہ شور کوئی آیئو کوئی آیئو فرد ہو گیا۔ میری جان بچی میرے آدمیوں کی جان بچی مصرع

اکنوں شب من شب ست و روزم روزست

بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا اگر پہنچتا تو بیشک وہ خط تمہاری نظر سے گذرتا۔ اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھ کو وہ واردات لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ میرا گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب سے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا۔ اب اُن سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب میں کیوں نہیں لکھتے نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو پانی گرم ہوا گرم مینہ مستوفی اناج مہنگا بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا یعنی میر امداد علی آشوب کا بیٹا محمد میر شب گذشتہ کو گذر گیا۔ آج صبح کو دفن کر آئے جوان صالح پرہیزگار مومنین پیش نماز کا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤں اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ مجتہد العصر کو دعا اور یہ خط پڑھا دینا۔ میرن صاحب کو دعا اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا ہم بھی تمہارے طرز کا تتبع کرینگے۔

حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں اور اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمہارے نہیں ہیں۔ اگر نہ ہاں کچھ حاصل ہو رسائی ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ۔ **شعر**

میں بھولا نہیں تجھکو اے میری جان　　کروں کیا کہ یاں گر رہے ہیں مکان

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے میں جس مکان میں رہتا ہوں۔ عالم بیگ خاں کے کٹڑہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا۔ وہ گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں چھلنی ہو گئیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانے میں فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا کہیں چلمچی دھری ہوئی خط کہاں بیٹھ کر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے مالک مکان کو فکر مرمت آج ایک امن کی صورت نظر آئی۔ کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ الور کی ناخوشی راہ کی محنت کشی تپ کی حرارت گرمی کی شرارت یاس کا عالم کثرت اندوہ وغم حال کی فکر مستقبل کا خیال تباہی کا رنج آوارگی کا ملال جو کچھ تم کہو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سُنتے ہیں۔ کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملیگا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہوگا۔ جیسا کہ خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا۔ آدمی کو بدنام کیا بارے رفع مرض کا حال لکھو خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو میر صاحب کہتے ہیں

**مصرع**　　تندرستی ہزار نعمت ہے

ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے۔ مجھ کو پسند آیا ہے۔ **شعر**

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک　　تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا اہاہا میر افضل حسین صاحب کہاں ہیں۔

حضرت یہاں تو اِس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جے پور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا اُن کو ہماری دعا کہنا ÷

(۸۲)

شعر بے مے نکند در کفِ من خامہ روائی      سرو ستِ ہوا آتشِ بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ آگ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ مگر ہائے آتشِ سیال کہاں کہ جب دو جرعہ پی لئے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی۔ دِل توانا ہو گیا۔ دماغ روشن ہوا۔ نفس ناطقہ کو اجر بہم پہنچا ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب ہائے غضب میاں تم پنشن کیا کر رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب اِن تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں۔ تم کو پنشن کی فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا مَیں نے اِس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہاں کیا ہے۔ مصرع

دیکھئے کیا جواب آتا ہے

بہرحال جو کچھ ہوگا۔ تم کو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی یوسف دہر سہی۔ یوسف عصر سہی یوسف کشور سہی اُن کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں۔ کہ میں ساڑھے سات روپیہ مہینہ بھیجے جاؤں گا۔ اب اُن کا تقاضا ہے۔ رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو ورنہ نالش کی جائیگی۔ اور تم کو گواہ قرار دیا جائے گا۔ بہرحال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو دعا حکیم میر اشرف علی کو دعا یوسف ہفت کشور کو دعا ÷

(۸۳)

سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہمزبان کر دینا۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین صاحب نہیں کہ ان کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں۔ اس میں تم بھی آ گئے کمال ہے۔ کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں۔ تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو میں ان کو دوں گا محرم تمام ہوا۔ آج سہ شنبہ ۶ ماہ صفر ہے۔ حضرت کا پتا نہیں۔ ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبائی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں۔ تو لوگ ان کو جگنو سمجھ لیتے ہیں۔ اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آتی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے۔ مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے سیکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے گلی گلی ندی بہ رہی ہے۔ قصہ مختصر وہ انّ کا حال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے۔ جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا۔ وہ بونے سے رہ گئے سن لیا دلی کا حال اس کے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دعا زیادہ کیا لکھوں۔

(۸۴)

میری جان تو کیا کہہ رہا ہے بنئے سے سیانا سو دیوانہ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں۔ مگر ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یا تم

یہ سمجھتے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں۔ کہ مرغی مول لونگا۔ اور اُس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدونگا۔ اور پھر کیا کرونگا۔ اور آخر کیا ہوگا۔ بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا۔ کہ آرزو یوں تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا۔ کہ نہ خواہش کا دیکھا۔ اِس پنشن قدیم کا حال میں تو اِس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں۔ لیکن جب تک جواب نہ پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے۔ دیکھئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دربار میں بُلائے۔ یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اِس پیچ میں ایک اور پیچ آپڑا ہے اُس کو دیکھ لوں اور پھر حرف اسی کا انتظار نہیں۔ اِس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہیگا۔ سبک سیر کیونکر بن جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پنشن جاری ہونے پر بھی تو سوا رامپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجھ کو کسی عالم میں غمگین اور مضطرب گمان نہ کرو ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا دل میں آتا ہے صاحب یہ میرن صاحب نے جو دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے۔

## ۸۵۔ منشی ہرگوپال تفتہ تخلص کے نام

شعر۔ رکھیو غالب مجھے اس درد نوائی میں معاف  آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

بندہ پرور تم کو پہلے یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا ابتک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا اسلام کہنا۔ اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا شعر

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب  اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من ست

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا۔ کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط

پہنچا۔ سنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُس میں بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ مفرط بطرف شعر و سخن کے تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اس کی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے۔ کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے شعر

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب  ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں۔

مصرع  اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دُکھ مجھ کو ہے اُس کا بیان تو معلوم مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ انگریزی کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اُس میں کوئی میرا امید گاہ تھا۔ اور کوئی میرا شفیق تھا۔ اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ہندوستانیوں میں کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے۔ جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اُس کو زیست کیونکر نہ دشوار ہو ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا۔ تو میرا رونے والا بھی نہ ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

## ۸۶۔ مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

نظم

بہت ہے غم گیتی شراب کم کیا ہے  غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی  یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

علاقۂ محبت ازلی کو برحق اور حقوق غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جانکر ایک بات اور کہتا

ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے مانا کہ روشناسی اُس کے اجارے میں آئی ہے۔ یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے۔ کہ جب تک دیدوا دید نہ ہولے اپنے کو بیگانہ یکدگر سمجھیں۔ البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے وہ خط جس میں مَیں نے آپ کو سلام لکھا تھا۔ آپ کی نظر سے گذر گیا ہو احیاناً اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجے گا۔ اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا۔ ہائے میرجان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے۔ سچ اُس کا یہ شیوہ تھا۔ کہ اُردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا۔ بندہ یہ بھی اُنہیں میں ہے کہ جن کا میں ماتمی ہوں۔ ہزارہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں جیوں تو کوئی غمخوار نہیں اور مروں تو کوئی عزادار نہیں۔ غزلیں آپ کی دیکھیں سبحان اللہ چشم بد دُور اردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اُس زبان کے مالک ہو۔ فارسی سے بھی یہ خوبی کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے۔ میرا تو بقول طالب آملی اب یہ علی ہے۔ **بیت**

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ۔۔۔ دہن بر چہرہ زخمے دوبہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے مجھ کو لکھا ہو تو کیونکر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا حال لکھئے کہ میں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کہیں کے صدر امین ہیں۔ پھر آپ اکبرآباد میں کیوں خانہ نشین ہیں۔ اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی ۔

(۸۶)

راجہ بلوان سنگھ کا حال لکھنا ضروری ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دو ہزار مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا۔ اب بھی ملتا ہے یا نہیں۔ ہائے لکھنؤ کا حال کچھ کھُلتا کہ اُس بہارستان پر کیا گذری اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا قبلہ و کعبہ مجتہد العصر کی سرگذشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ یہ نسبت میرے تم کو کچھ زیادہ آگہی ہو گی اُمیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے پتا مسکن

مُبارک کشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم ہُوا۔ ظاہرا اسی قدر کافی ہو گا۔ ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دعا کہیئے گا اور اُن کے اس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا۔ جس میں آپ کے خط کی اُنھوں نے نوید لکھی تھی والسّلام ۔

(۸۷)

مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

بندہ پرور آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آپکی مہر انگیز اور محبّت آمیز باتوں نے غم بیکسی بھلایا کہاں دھیان لڑا ہے کہاں سے دستنبو کی مناسبت کیواسطے یدِ بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین صد ہزار آفریں۔ تیسرا مصرعہ اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے مصرع

نامہ خود سال خویش داد نشان

مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا۔ اُن کے لڑکے بالے اچھے ہیں۔ آپ گھبرائیں نہیں وہ آئینی کے آئینی ہیں۔ اگر تمہیں بغیر اُن کے آرام نہیں تو اُن کو بغیر تمہارے چین کہاں ۱۲ صاحب بندہ اثنا عشری ہوں ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ ۱۲ کا ہندسہ کرتا ہوں۔ خدا کرے میرا بھی خاتمہ اسی عقیدہ پر ہو ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں۔ تم جو مجھ سے محبّت کرو گے۔ یا میری غمگساری میں محنت کرو گے۔ تم کو غیر جانوں جو تمہارا احسان مانوں تم سراپا مہر و وفا ہو واللہ اسم بامسمیٰ ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کی صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں۔ منشی شیو نرائن صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سب طرح میرے پسند آئی چنانچہ اُن کو لکھ بھیجا ہے۔ اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں یہاں کے حکام کو دونگا۔ اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے۔ زندگی پر بہر حال یہ ہوس تھی۔ اور شاید اب بھی ہو کہ ان چھ جلدوں کی کچھ تزئین اور آرائش کی جائے آپ اور بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبدالطیف اور منشی شیو نرائن یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور باجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جائے

کہ کیا کیا جائے معہذا دو دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے ہیں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں۔ پھر سوچتا ہوں۔ کہ یارب آرائش کی گنجائش کہاں ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابوں کی جلدیں تین روپیہ کی بنائی جائے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہی کہدیا جائے کہ تیری رائے کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدیئے ۱۲ مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم ہمدگر ہم کلام ہوئے +

(۸۸)

بھائی صاحب از روئے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا پھر بھائی منشی نبی بخش صاحب نے دو بار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا ہو گا۔ یارب اُن کے دو خط آ گئے۔ مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا آپ نے حسن اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضائے یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لئے تو مجھ کو لکھنا کیا ضرور ہے۔ مگر اس کو کیا کروں۔ کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ء سے حال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا ایک بار بھجوا دینا اور آیندہ ہر ہفتہ اُس کے ارسال کا طور ٹھہرا دینا۔ کیوں صاحب یہ امر ایسا کیا دشوار تھا۔ کہ آپ نے نہ کیا۔ اور اگر دشوار تھا تو اس کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایات ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں کیا اُنہوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا۔ ہرچند عقل دوڑائی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر میں یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے بھی خیال میں آ جاتا کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو میں بھی تو دیکھوں کہ تم کیا لکھتے ہو ۱۲

مرزا حاتم علی بیگ مہر کے نام

(۸۹)

شعر
مرا بسادہ دلیہائے من تواں بخشید خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

کل دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی۔ صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیجدیا۔ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا۔ کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا۔ بکس میں سے وہ تمہارے نام کا خط نکل آیا۔ اب میں سمجھا کہ خط لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ رہا متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو بعد چاہئے عفو جرم کے آپکے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں ۱۲ سبحان اللہ جلدوں کی آرائش کی ان میں کیا اچھی فکر کی ہے میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائیگی رہا۔ مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اِس کا خیال اُن چار جلدوں میں بھی رہے بارہ روپیہ کی ہنڈی پہنچتی ہے روپیہ وصول کر کر مجھ کو اطلاع دیجئے گا۔ ورنہ میں مشوش رہونگا ۱۲ حضرت یہاں دو خبریں مشہور ہیں۔ اِن کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے۔ کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا۔ اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا دوسری خبر یہ ہے کہ جناب ادمنسٹن صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرتر اکبر آباد کے لفٹنٹ گورنر بہادر ہو گئے۔ خبریں دونوں اچھی ہیں۔ خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے ۱۲ ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ اِن دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح ہند اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ اور ایک کاغذ مذہب پر لکھ کر بھیجوں پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپہ ہوئی ہے اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اُس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی

شیونرائن صاحب سے کہکر اس کا طور درست کریں اور پھر مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ
آپ کے پاس بھیجدوں جب کتاب سب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے دو باتیں ہیں۔ ایک تو
یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اوپر لگایا جائے پہلے کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح
الگ ہو۔ اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اسی طرح یہ بھی چھاپہ جائے کہ قصیدہ
درمدح جناب ملکۂ انگلستان خلد اللہ ملکہا) میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر
تو ہو گا ۱۱ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول لکھئے ۱۲

(۹۰)

بھائی صاحب خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ
رہا کریں۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے
مہینے میں عید آئی ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو۔ تب منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں
موافق اپنی رائے کے بنواؤ ۱۲ اب آپ دو ورقہ کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں
اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں قصیدے کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ
کے خط میں پہنچ گیا ہو گا۔ آپنے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدے
کو دیکھا ہو گا۔ قصیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہیئے صاحب
مطبع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے۔ تو ہم پانچ سات روپے سے
اور بھی اُن کا بھرنا بھر دینگے ۱۲ جناب اونسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا
نہیں کبھی میں نے اُن کو دیکھا نہیں خطوں کی میرے اُن کی ملاقات ہے اور نامہ و پیام
کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر دہلی آتے ہیں تو میری طرف
سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ جناب صاحب بہادر اجنٹ دہلی اور
نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکرتر بہادر گورنمنٹ کا خط
اُس کی رسید میں بسبیل ڈاک پاتا ہوں۔ جب جناب لارڈ کیننگ بہادر نے کرسی گورنری
پر اجلاس فرمایا۔ تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک میں بھجوایا اونسٹن صاحب
بہادر چیف سکرٹر کا جو مجھ کو خط آیا تو اُنہوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا

مرزا اسد اللہ خان غالب بنام منشی ہرگوپال تفتہ

قبل ازیں خاں صاحب بسیار مہربان دوستان میر القاب تھا۔ اِس قدر شناس نے ازراہِ قدر افزائی صاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا اب فرمایئے اُن کو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ مانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ۱۲ برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں بھائی اب میں اِس کا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا صاحب مجھ کو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپہ تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا مادہ تاریخ میں کیا برائی ہے۔ جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا یہ دونوں قطعے رہیں اگر وہاں کوئی اور صاحب قطعہ لکھ دیں تو وہ بھی کہیں اِس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ اس میں اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اِس باب میں چاہیئے اور اُن کا نام بھی اِس کتاب میں چاہیئے ۱۲ اِس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیو نراین صاحب کا خط لایا بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُس کا چھاپنا قبول کیا یہ تشویش رفع ہو گئی آپ اُن سے میرے سلام کہئے گا۔ اور یہ کہئے گا مصرعہ

شکر رافتہائے تو چند انکہ رافتہائے تو

اور یہ اُن کو اطلاع دیجئے گا۔ کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھ کو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان تھا۔ کہ میں اُس کی رسید نہ لکھتا ۱۲

(۹۱)

بھائی صاحب آپ کے خامۂ مشکبار کی صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا۔ بلکہ مجھ کو اُن کی لوحوں کا ہر خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجھ کو تو بموجب اِس مصرع کے مصرع

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہی حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ مجھکو آپ کے حکم کا بجا لانا منظور ہے اِس نذر کے بھیجنے کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ آئیگا۔ تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا۔ اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیگا۔ اب یہ فرمایئے کہ مدت انتظار

کب انجام پائیگی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھکو کب آئیگی آپ کی فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں۔ تو کچھ عجب نہیں ہے جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے۔ معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیونرائن صاحب کی ہمت اس کے انجام ہونے پر مصروف ہے یارب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے ۱۲ مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب اب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو۔ مصرع

اے زفرصت بیخبر در ہرچہ باشی زود باش

خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدے کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو قصیدہ کا نثر کے پہلے لگانا از راہ کرم و اعزاز ہے ورنہ نثر میں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے یہ اس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سررشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۱۲ رائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھ کو بھی آگہی دو چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط ان کو لکھو اور اس کا پرداز اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے یہ خط جواب طلب ہو جائیگا۔ اور ان کو جواب لکھنا پڑے گا۔

(۹۲)

مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی میں آئی برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچ کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں اور انہوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے خبر دی ہے۔

مرزا حاتم علی مہر کے نام

کہ دو کتابوں کی طلائی الواح مرتب ہوگئی ہے۔ پھر اب اُن دو کتابوں کی جلدیں بنجانے کی خبر کیا ہے اور اِن پانچ کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے۔ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ تمہاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمہارے پاس پہنچ جائینگی۔ اب حضرت ارشاد کریں۔ کہ یہ جلدیں کب آئینگی۔ ہرچند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دُور ہو۔ خدا کرے اُن تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آجائیں تا خاص و عام جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ ضیاء الدین خاں اور حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو مَیں نے کہا اُنہوں نے لکھا لیا۔ اُن دونوں کے گھر لُٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتاب خانے برباد ہوئے۔ اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے۔ ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اِس کے اِس خط کا جواب چاہتا ہوں

## غزل

| | |
|---|---|
| درد منت کشِ دوا نہ ہوا | میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا |
| جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو | اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا |
| رہزنی ہے کہ دلستانی ہے | لے کے دل دلستاں روانہ ہوا |
| ہے خبر گرم اُن کے آنے کی | آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا |
| زخم گر دب گیا لہو نہ تھما | کام گر رُک گیا روا نہ ہوا |
| کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب | گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا |
| کیا وہ نمرود کی خدائی تھی | بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا |
| جان دی۔ دی ہوئی اُسیکی تھی | حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا |
| کچھ تو پڑھیئے کہ لوگ کہتے ہیں | آج غالب غزل سرا نہ ہوا |

(۹۳)

بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں اور پس و پیش سات جلدیں آپ کی بنوائی بھی آئیں بالفعل ایک اور عقدہ سر رشتۂ خیال میں پڑا ہے۔ یعنی ازروئے اخبار مفید خلائق ذہن یوں لڑا ہے کہ اِس ہفتہ میں جناب ونشٹن صاحب بہادر آگرہ آئیں گے اور وسادہ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائینگے اِس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر اِن کی جگہ چیف سکرتر بن جائینگے۔ پھر دیکھئے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرتر کس کو بنائینگے۔ میر منشی اِس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں رہیں گے۔ دیکھئے ہمارے مولوی قمرالدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہرحال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا حال لکھئے اور پھر جُدا جُدا جواب ہر سوال کا لکھئے جبتک ونشٹن صاحب بہادر چیف سکرتر تھے۔ تو یہ خیال میں تھا۔ کہ اُن کی نذر اور نذر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے اُن کے پاس بھیجونگا۔ اب حیران ہوں کہ کیا کروں آیا اُن کی جگہ سکرتر کون ہوا۔ اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اُنھوں نے سکرتر کس کو کیا میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا۔ اور گورنر جنرل کا میر منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کر لکھئے۔ قمرالدین خاں کا حال ضرور میر منشی غلام غوث خاں کا حال پر ضرور بھائی میرے سر کی قسم اِس خط کا جواب ضرور لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی طرح اُس کو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں

(۹۴)

بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سعید تھا۔ گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام بیت

سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب برمحل پہنچا

آدمی کو موافق اِس کی تمنا کے آرزو بر آئی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی بر آئی کہ برتر از وہم و خیال ہے بتاؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گذرتا تھا۔ میں تو صرف اسی قدر خیال کرتا تھا۔ کہ جلدیں بندھی ہوئی دو کی لوحیں زرّیں اور پانچ کی لوحیں سیاہ

مرزا اسداللہ خاں غالب متخلص بہ غالب بنام [illegible]

مرزا اسداللہ خاں غالب متخلص بہ غالب بنام [illegible]

قلم کی ہونگی - واللہ اگر تصور میں بھی گذرتا ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہونگی جبتک جہان ہے
تم جہان میں رہو ائمہ اطہار علیہم السّلام کی امان میں رہو - میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب
مثل اُن چار کے بن جائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا سارا رنگ دکھلائے اب میں حیران
ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپے میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا - دو
پارسلوں کا محصول دو - رجسٹریوں کا معمول تین کتابوں کی لوحیں طلائی یہ ساری
بات اُس روپئے میں کس طرح بن آئی اور کیونکر معلوم کروں - کس سے پوچھوں خدا کے
تم تکلیف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو - حقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے
آرام نہیں آتا - جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف کام نہیں آتا زیادہ
اس سے کہ شکر گذار ہوں - اور شرم سار ہوں کیا لکھوں **مصرعہ**

چارہ خاموشیست چیزے راکہ از تحسیں گزشت

**(۹۵)**

بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا - آج جواب لکھتا ہوں داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں
مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی
خطوں میں تم کو غم واندوہ کا شکوہ گذار پایا ہے - پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے
تو شکایت کی گنجائش ہے - بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان درخور افزائش ہے بقول
غالب علیہ الرحمۃ **بیت**

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو ۔۔۔ نہ ہو جب دل ہی پہلوں میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ہے ہے حسن مطلع - یہ فتنۂ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے **مصرع**

ہوا تو دوست جس کا دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے ۱۲ اور اگر خدانخواستہ باشد غم دنیا
ہے - تو بھائی ہمارے ہمارد ہو ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہیں تم بھی اُٹھاؤ اگر مرد
ہو بقول غالب مرحوم **شعر**

دلا یہ درد والم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر ۔۔۔ نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

مرزا حاتم علی صاحب مہر کے نام

سحر ہو گی خبر ہو گی اس زمین میں وہ شعر یعنی **شعر**

تمہارے واسطے دل سے مکاں کوئی نہیں بہتر
جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہو گی

کتنا خوب ہے۔ اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدے کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپا جائے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آئے کیا کہئے بھلا کہیئے یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی۔ مگر بحر اور ہی تھی۔ غالب **اشعار**

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیئے
تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیئے

رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیئے

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا **غالب**
خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کہیئے

اور وہ جو فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے اس میں ایک میرا قطعہ ہے وہ میں نے کلکتہ کہا تھا۔ تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجے میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہہ کر اُن کو دیا۔ اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں۔ جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں۔ **قطعہ**

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیئے

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا کہیئے
سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے

اختر سوختہ یا قیس سے نسبت دیجے
خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیئے

حجر الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض
نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیئے

صومعہ میں اسے ٹھہرائیے گر مہرِ نماز
میکدے میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہیئے

مسی آلودہ سر انگشتِ حسیناں لکھیئے
سر پستانِ پریزاد سے مانا کہیئے

غرضکہ بیس بائیس پھبتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت ہے **بیت**

اپنے حضرت کی کفِ دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیئے

تو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا اب میرا درد دل سنو برخوردار منشی شیو نراین

نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا۔ اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کہیو اور کہیو کہ میاں میرا کلام بند ہے۔ اُس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے میں دیری ہی ہو تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی ۱۲ ؛

(۹۶)

خدا کا شکر بجا لاتا ہوں۔ کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کر کر بھیجا ہے میں نے منشی شیو نرائن کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اُس میں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو خط مفت میں تمام ہو جایا کریگا۔ اور تمہارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کریگا۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا۔ مصرع

براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو

واقعی جو اخبار آگرہ سے دلّی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔ صاحب ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دو کانوں میں فرنچ اور شام پین کے درجن دھرے ہوئے ہیں۔ یا ساہوکاروں کے اور جوہریوں کے گھر روپے اور جواہر سے بھرے ہوئے ہیں، میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا۔ اور وہ مال کیونکر اُٹھاؤں گا۔ پس اب زیادہ باتیں نہ بنایئے۔ اور وہ قصیدہ مجھ کو بھجوایئے۔ میں نے کتابیں جابجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں۔ اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے۔ مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے۔ شعر

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے۔ غزل

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا
موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھیں لگاؤ جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالبؔ کون ہے کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے۔ **غزل**

ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشان اور کرتے ہیں محبت تو گذرتا ہے گماں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور
ابرو سے ہے کیا اُس نگہِ ناز کو پیوند ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کماں اور
یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھینگے مری بات دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجکو زباں اور
ہرچند سبکدست ہوئے بُت شکنی میں ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور
پاتے ہیں نہ جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے رُکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اُڑ جائے جلّاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

دوشنبہ کا دن ۲۰ ر دسمبر کی صبح کا وقت ہے انگیٹھی رکھی ہوئی ہے۔ آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آ گئے تم کو لکھ بھیجے والسّلام ۰

(۹۷)

مرزا حاتم علی مہر کے نام

بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا۔ تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے بعد اس رپورٹ کے تم تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدیق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منصبہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچا دے واقعی کہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردی و مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر کوئی بات نہیں۔ اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آئندہ تک چشم بد دور صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا۔ اور وہ اشعار جو تم نے اُس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے

ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب ایک یہ زمانہ ہے۔ کہ طرفین سے نامہ وپیام آتے جاتے ہیں۔ انشاءاللہ تعالےٰ وہ دن بھی آجائیگا کہ ہم تم باہم بیٹھیں اور باتیں کریں قلم بیکار ہو جائے زبان پر سر گفتار آئے۔ انشاءاللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے تم نے بہت بڑھکر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے معانی نازک طلب کا بیان دِل نشین ہے زیادہ کیا لکھوں ۔

(۹۸)

**شعر۔** خود شکوہ دلیل رفع آزار بس ۔ آید بزبان ہر آنچہ از دل برود

بندہ پرور فقیر شکوہ سے برا نہیں مانتا۔ مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے مُنہ سے نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا۔ اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ اُلٹے پھر آئے۔ آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں۔ اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں۔ نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں۔ نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اُس کا جواب بھجوایا کہیئے اپنے دعویٰ میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں مرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اِن دنوں میں کہاں ہیں۔ آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں ۔

(۹۹)

**شعر۔** شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب ۔ اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا جانتے ہو کہ مرزا یوسف علی خان عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اُس کا منشا کیا ہے۔ کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہوگا۔ کہ مرزا حاتم کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سُنتا ہوں کہ وہ طرحدار آدمی ہیں اور بھائی تمہاری طرحداری کا ذکر میں نے مغل جان

سے سُنا تھا جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علی خاں کے نوکر تھے۔ اور اُن میں مجھ میں
بے تکلفانہ ربط تھا۔ تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمہارے
شعر اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے ہیں۔ بہر حال تمہارا حلیہ دیکھ کر تمہارے کشیدہ
قامت ہونے پر مجھ کو رشک نہ آیا۔ کس واسطے میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے
تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا۔ کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا۔ تو میرا رنگ چنپئی
تھا۔ اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ
یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے۔ ہاں مجھ کو رشک آیا اور میں نے خونِ جگر
کھایا۔ تو اِس کلمہ پر کہ (ڈاڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے) وہ مزے یاد آ گئے کیا کہوں جی
پر کیا گذری بقول شیخ علی حزیں۔ **شعر**

تا دسترسم بود زدم چاک گریبان ۔۔۔ شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی مونچھ میں سفید بال آ گئے۔ تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر
آنے۔ اِس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ناچار مسّی بھی چھوڑ دی
اور ڈاڑھی بھی مگر یہ اور کہئے کہ اِس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام مُلّا۔ حافظ
بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقّہ۔ بھٹیارا۔ جولاہہ۔ کنجڑہ۔ منہ پر ڈاڑھی سر پر
بال فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی اُسی دن سر منڈایا لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم
کیا۔ بک رہا ہوں ۱۲ صاحب بندہ دستنبو جناب اشرف الامرا جاج فریدرک اونسٹن
صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غربی شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سو اُن کا فارسی خط محررہ دہم
مارچ مشتمل پر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آ گیا۔ پھر میں نے تہنیت
میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اُس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی
رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومۂ چہاردہم آ گیا۔ پھر ایک قصیدہ
فارسی مدح اور تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب
کی خدمت میں بواسطۂ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا۔ کل اُن کا بھی خط بذریعہ
صاحب کمشنر بہادر دہلی آ گیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں اسباب توقع کے

فراہم ہوتے جاتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہیں ہوں۔ آدھ سیر گوشت
دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو مل جاتی ہے۔ شعر

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے    تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں۔ اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے
پہلے پہنچ گئی ہوگی۔ رہا سلام و ادب پہنچا دیں گے +

(۱۰۰)

جناب مرزا صاحب آپ کا غم افزا نامہ پہنچا میں نے پڑھا یوسف علی خاں عزیز
کو پڑھوا دیا۔ اُنھوں نے جو میرے سامنے اُس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا
یعنی اُس کی اطاعت اور تمہاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا۔ اور رنج کمال ہوا سنو
صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں یہ تین فن میں
سر دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے فقیر کی انتہا یہ ہے۔ کہ
حسن بصری سے ٹکر کھائے عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی طرح ہم طرحی نصیب ہوئے
لیلی اُس کے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مری۔ بلکہ تم اس سے بڑھ کر
ہوئے کہ لیلی اپنے گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری بھئی مغل بچے بھی غضب
ہوتے ہیں۔ جس پر مرتے ہیں۔ اُس کو مار رکھتے ہیں میں بھی مغل بچہ ہوں عمر بھر میں ایک
بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں
کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں چالیس بیالیس برس کا یہ واقع ہے یا
آن کہ یہ کوچہ چھٹ گیا۔ اس فن ہست میں بیگانہ محض ہو گیا۔ لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں
یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولوں گا جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گذرتی ہوگی
صبر کرو اور اب ہنگامہ سازی عشق مجازی چھوڑو بیت

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمد
اللہ بس ماسوائے ہوس +

(۱۰۱)

مرزا صاحب ہم کو یہ باتیں پسند نہیں پینسٹھ برس کی عمر ہے ۔ پچاس عالم رنگ و بو کی سیر کی ہے ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی ہے کہ ہم کو زہد و ورع منظور نہیں ہم مانع فسق و فجور نہیں پیو کھاؤ مزے اڑاؤ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی نہ بنو ۔ میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے ۔ کیسی اشک فشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجا لاؤ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی ایک قصر ملا اور ایک حور ملی ۔ اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگانی ہے ۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ ہے ہے وہ اجیرن ہو جائیگی طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی وہی زمردین کاخ اور وہی طوبےٰ کی ایک شاخ چشم بدور وہی ایک حور بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل نہ لگاؤ **بیت**

زنِ نو کن اے دوست ہر بہار ۔ کہ تقویم پارینہ ناید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند ذکر ہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خان عزیز کے حوالہ کیا ۱۲ مکرمی محمد علی خانصاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں ۔ پروردگار اُن کو سلامت رکھے ۱۲ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام دم دے کے مجھ سے فارسی عبارت میں خط لکھوایا ۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائیں گے ۔ اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھ کو رقم فرمائیں گے ۔ میں کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں **مصرع**

یار در خانہ و ما گرد جہاں میگردیم

اب مجھے اُن سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھ کو خط لکھیں ۔ اور لکھنؤ نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ اِس خط میں درج کریں ✦

(۱۰۲)

صاحب میرے عہدۂ وکالت مبارک ہو موکلوں سے کام لیا کیجئے پریوں کو تسخیر کیا کیجئے۔ مثنوی پہنچی جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں کیا خوب بول چال ہے انداز اچھا بیان اچھا روزمرہ صاف جنبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے ؎

بکم صاحب پھسوڑے میں پھنسایا چھٹا بیگم نے بے حرمت کرایا

اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ بنا دیا بیان بخشائیش ہم گنہگاروں تک کیوں پہونچے گا۔ مگر ہاں اس راہ سے مصرع

کہ مستحق کرامت گناہگارانند۔

بخشش کا متوقع ہوں میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے اور مضمون اس کا کیا ہے مرزا یوسف علی خان آٹھ آٹھ دس دس مہینے سے مع عیال واطفال اسی شہر میں مقیم ہیں۔ ایک ہندو امیر کے گھر پر مکتب کا طور کر لیا ہے میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اس میں رہتے ہیں اگر ان کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتہ لکھ دینا۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتا ضرور ہے دو روز سے سعادت مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر خیر رہتا ہے وہ نواب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست روز رہتی ہے یہیں سے اٹھ کر مکتب کو گئے ہیں تم کو سلام کہتے ہیں اور شعاع کے مداح اور بیان بخشائیش کے مشتاق ہیں ۔:

## (۱۰۳) نواب انوار الدولہ بہادر مشفق کے نام

**شعر:** ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۶ ر رمضان کی اور ۱۵ ر فروری کی ہے اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا ڈاک کا وقت نہ رہا خط کو

ممنون کر رکھتا ہوں۔ کل سہ شنبہ ۱۲ر فروری کو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گذرا ۱۲۔ ۱۳ مہینے صاحب فراش رہا اُٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا؟ تپ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک بارہ پھوڑے ہر پھوڑا ایک زخم اور ہر زخم ایک غار ہر روز بے مبالغہ ۱۲۔ ۱۳ پھائے اور پاؤ بھر مرہم درکار نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور شب و روز بیتاب راتیں یوں گزری ہیں۔ کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی غافل رہا ہوں کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی جاگ اٹھا تڑپا کیا پھر سو گیا پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں تین حصے دن یوں گذرے پھر تخفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا گیا نئے سر سے روح قالب میں آئی اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی۔ اب اگرچہ تندرست ہوں۔ لیکن ناتوان اور سست ہوں۔ حواس کھو بیٹھا حافظہ کو رو بیٹھا۔ اگرچہ اُٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اُٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اُٹھے آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جبتک میرا مرنا نہ سُنا میری خبر نہ لی میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور شلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ در صورت مرگ نیم مردہ اور بحالت حیات نیم زندہ ہوں۔

**شعر**

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن — اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجئے تو ان کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجئے گا۔

## (۱۰۴) خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے۔ وہ کیا کھاتا پیتا اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند اور میں سادہ دل فتوح جدید کا آرزومند اس پنشن کا احاطۂ پنجاب کے احکام پر مدار ہے سوان کا یہ شیوہ اور

یہ شعار ہے کہ نہ روپے دیتے ہیں نہ جواب نہ مہربانی کرتے ہیں نہ عتاب خیر اُس سے قطع نظر کی اب بیٹھئے اُدھر کی ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر عطیۂ شاہی کا اُمیدوار ہوں تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں اگر گنہگار ہوں گنہگار ٹھیرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا اِس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں کوئی کاغذ بھجوایا ہے بقلم چیف سکرتر بہادر اُس کا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اُس کے قبول کی اطلاع نہ اُس کے ارسال سے آگاہی ہے۔ جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی۔ اُن کی بھی کوئی تحریر مجھ کو نہ آئی یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں۔ مختلف کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُن کی جگہ کون سے صاحب عالی شان سیکرٹر ہوئے مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ گورنمنٹ گورنری کی سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپ کا حال کوئی نہیں کہتا کہ آپ کہاں ہیں ہاں از روئے قیاس جانتا ہوں۔ کہ آپ اُسی منصب اور اُسی دفتر میں شاد و شادماں ہیں جواب لفٹنٹی کے سکرٹر ہوئے ہوں گے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوگا۔ لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونو محکمے الہ آباد آ گئے یا آئینگے۔ بہرحال آپ اب کیوں آگرہ کو جائینگے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی بھی خبر میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ رجنوری کو گئے کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلیٔ خاطر اور تسکین دل ہو اگر مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجئے گا تو گویا مجھ کو مول لے لیجئے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

(۱۰۵)

پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے صاف صفائے ضمیر و کشف حجب کی علامت ہے

مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامنگیر اگر یہ خط کل نہ آجاتا آج کیونکر لکھا جاتا سبحان اللہ جس دن یہاں مجھ کو وہ مطلب خطیر درپیش آیا ہے اسی دن آپ نے وہاں خط لکھنے کو قلم اٹھایا ہے۔ آپ کو عارف کامل کیونکر نہ کہوں ولی اگر نہ کہوں مدعا بیان کرتا ہوں۔ کہ یہ خط پہنچنے نہ پایگا۔ کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائیگا۔ یعنی ایک شنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین معاً بسبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں۔ خطوں کا چوتھے پانچویں دن۔ اور پارسلوں کا چھٹویں ساتویں پہنچنا خیال کر رہا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامے پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے تین کتاب والی پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سیکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والی پارسل اور ایک خط پر چیف سکرٹر بہادر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے اگلے عرائض کے نہ پہونچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں اس کا پتا آج تک نہیں یارب کارپردازان ڈاک ڈاکو نہ بنجائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجایش تو آپ جب پائینگے کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے۔ ابھی تو آپ سے مجھ کو ان کے نہ پہنچنے کا سوال ہے کس واسطے کہ جبتک آپ اطلاع نہ دینگے ان کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہرحال یہ نیاز نامہ جس دن پہنچے اس کے دوسرے دن جواب لکھئے جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھئے آپ کے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے لوہاروں کی روانگی کا خط جب آئے گا۔ لوہار بھیجدیا جائیگا۔ جب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہوں تو ان دو صاحبوں کی خدمت میں میرا اسلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہو مصرع

تم سلامت رہو قیامت تک ۱۲

(۱۰۶)

بنام منشی غلام غوث خاں بیخبر

قبلہ اِس نامۂ مختصر نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس کی خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گذار نہ ہوں یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اِس پارسل اور خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہونگے۔ مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانونگا۔ جب تک کہ حضرت اُس سر رشتہ سے معلوم کر کر نہ لکھینگے اب آپ جانیئے اور یہ دل سودہ زدہ ہیں اِس کی سپارش کرنے والا اور اُس کے مدعا کا گذارش کرنے والا کون ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی۔ یا نہیں میری جگر کاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں پیشگاہ احکام سے موافق دستور قدیم کے خط کا اُمیدوار ہوں۔ یا نہیں اپنے حسن طبع کا شکر گذار ہوں۔ یا نہیں اِس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجئے گا۔ مجھ جلا لیجئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا ۱۲ ✣

(۱۰۷)

بنام منشی غلام غوث خاں بیخبر

قبلۂ حاجات عطوفت نامہ کے آنے سے آپ کا بھی شکر گزار ہوا اور اپنے بخت اور قسمت کو آفرین کہی اور ڈاک کے کارپردازوں کا بھی احسان مانا بارے دونوں پارسل اور دونوں لفافے پہنچ گئے۔ **شعر**

تانہال دوستی کے بردہد    حالیا رقتیم وتخمے کاشتیم

یہ کتاب جو مرسل الیہ کے مطالعہ میں ہے پھر بہ نسبت اُس دوسری کتاب کے قسمت کی اچھی ہے۔ یعنی خود ملاخطہ فرما رہے ہیں۔ اور اگر کہیں کچھ پوچھتا ہوگا۔ تو یقین کہ آپ سے پوچھیں گے۔ دوسری کتاب دیکھیئے مجھ کو کیا دکھائے جن کو اُس کے دیکھنے کا حکم ہوا ہے وہ اہل علم وفضل میں سے ہیں۔ لیکن یہ طرز تحریر یہ میں نہیں کہتا کہ نادر ہے

مگر بیگانہ و نا آشنا ہے خدا کرے وہ جو اُس کے سر پر مامور ہیں۔ ان اوراق کو بمشورت آپکے دیکھا کریں اور کہیں کہیں آپ سے پوچھ لیا کریں کیونکر لکھوں نہیں لکھ سکتا تم سب کچھ جانتے ہو جہاں گنجایش پاؤ گے جیسا مناسب جانو گے جو کچھ کر سکو گے وہ کرو گے لوہارو کو خط بکمال احتیاط روانہ ہو گیا۔ خاطر اقدس جمع رہے جواب طلب زیادہ حد ادب ۱۲ ٭

(۱۰۸)

جناب عالی آج دوشنبہ ۳ رجنوری ۱۸۵۹ء کی ہے پہر دن چڑھا ہوگا۔ ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہے ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے **بیت**

افقہا پر از ابر بہمن مہی　　　سفالینہ جام از مے تہی

غم زدہ در و من بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا سرنامہ کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط خاص سے لکھا ہے بہت خوش ہوا۔ خط کو پڑھکر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر کے حاوی نہ تھا۔ افسردگی حاصل ہوئی **شعر**

ماخانہ رمید گان ظلمیم　　　پیغام خوش از دیار مانیست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں۔ باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا۔ جواب لکھنے لگا۔ پہلے یہ سنیئے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا۔ مگر وہ دو بار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں جواب الجواب کا منتظر ہوں ۱۲ آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گذر جائیگی جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ یہ کیا لکھتا ہے مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے چاہیئے الہام سمجھیئے چاہیئے اوہام سمجھیئے بیس تیس برس سے یہ قطعہ لکھا رکھا ہے **قطعہ**

من کہ باشم کہ جاوداں باشم　　　چوں نظیری نماند و طالب مرد
در بگویند۔ در کدامیں سال　　　مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو پچھتر ہیں اور غالب مرو کے بارہ سو ستتر ہیں اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچنی ہے پہنچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ۱۲ ۰

(۱۰۹)

قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۲۰ رجنوری کو کئے اِن کے جواب تم نے ۲۷ رکو لکھ کر بھیج دیئے۔ کیونکر نہ کہوں کہ روشن ضمیر ہو اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ تیسویں کو آخر روز میں نے خط ڈاک میں بھجوایا اور اکتیسویں کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب ادمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے باب میں جو کچھ لکھا ہے واقعی کہ یہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اُس کو مفید مطلب فرض کروں۔ لیکن اگر اجازت پاؤں نواہی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کی ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جائے اور یہ مجلد حضور شاہنشاہی میں بھجوائی جائے اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے دو نسخے جو اُن دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے اُن میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے رد و قبول و نفرین و آفرین کچھ بھی قیاساً جو چاہو سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۷ ردسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجھ کو آیا ہے کہ اُس قصیدہ کے صلہ و جائزہ کیواسطے کہ جو بتوسط لارڈ ڈالن برائل نے بھجوایا ہے خطاب و خلعت و پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہو گا سائل کو بتوسط گورنمنٹ کو اُس کی اطلاع دینی ضرور ہے یہ حکم مورخہ ۱۷ ردسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں میں نے پایا فروری مارچ اپریل مئی خوشی اور توقع گذرے مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے

یہ فتنہ اُٹھایا۔ اب اِس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں تحسین و آفرین سے گذرا نذر کے ولایت جانیکا یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے التفاتی اور یہ وسواری اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جُدا جُدا لکھوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں فارسی لکھوں اور دونوں صورت میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہُوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونو معاً ایک وقت میں پہنچیں وہ تو جواب طلب نہیں۔ اِس کا جواب لکھئے اور بہت شتاب لکھئے ۱۲ +

(۱۱۰)

جناب عالی ایک شعر اُستاد کا مُدت سے تحویل حافظہ چلا آتا ہے **شعر**

ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر　　روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا

مَیں نے از راہ تصرف اِس شعر کی صُورت بدل ڈالی **شعر**

اِن دل فریبیوں سے نہ کیوں اُس پہ پیار آئے　　روٹھا جو بیگناہ تو بے عذر من گیا

تم اخوان الصفا میں سے ہو تمہاری آزردگی اوروں کی مہربانی سے خوشتر ہے ہاں حضرت کہیئے ممتاز علی خاں کی سعی بھی مشکور ہو گی۔ وہ مجموعہ اُردو چھپا یا چھپا ہی رہیگا احباب اِس کے طالب ہیں بلکہ بعض نے طلب کو بسر حد تقاضا پہنچا دیا ہے میرا حال سُنیئے لارڈ کیننگ صاحب نے بعد فتح دہلی میرا قصیدہ مجھ کو واپس بھیجا یا صاحب سکرٹر نے مجھ سے کہہ دیا کہ تم ایام غدر میں بادشاہ باغی کے مصاحب رہے اب گورنمنٹ کو تم سے راہ و رسم آمیزش منظور نہیں ناچار چپ رہا بے حیا ہوں لارڈ ایلجن صاحب بہادر کے وقت میں پھر موافق معمولی قصیدہ شملہ کے مقامات پر بھیج دیا۔ خلاف تصور بحسب دستور قدیم چیف سکرٹر بہادر کا خط آگیا وہی افشانی کاغذ وہی القاب وہی تحسین کلام وہی اظہار خوشنودی اب جو یہ امر کبیر ویسرائے قلمرو ہند ہوئے مَیں خدمت دیرینہ بجالایا ۱۳ فروری

[illegible]

سنہ۱۸۶۴ع حال کو قصیدہ مع عرضداشت ارسال کیا۔ آج تک کہ ۷ر مارچ کی ہے
جواب نہیں پایا۔ باوجود سوابق معرفت رسم قدیم کا عمل میں نہ آنا خاطر آشوب
کیوں نہ ہو۔ مصرع

بیدل نیم ہنوز بہ بینیم چہ میشود

(۱۱۱)

پیرو مرشد کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر ہیں کلکتہ میں مولوی عبدالغفور خاں اُنکا نام
اور نساخ اُن کا تخلص ہے میری اُن کی مُلاقات نہیں۔ اُنھوں نے اپنا دیوان چھاپے
کا موسوم بہ دفتر بیمثال مجھکو بھیجا اُس کی رسید میں یہ خط مَیں نے اُن کو لِکھا چونکہ
یہ خط مجموعۂ نثر اُردو کے ملایق ہے۔ آپ کے پاس ارسال کرتا ہوں۔ اور ہاں
حضرت وہ مجموعۂ چھپیگا یا لفتح یا چُھپیگا بالضم چھپ چکا ہو توحق التصنیف
کی جتنی جلدیں منشی ممتاز علی خانصاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجے والسّلام؂

## (۱۱۲) مولوی عبدالغفور خاں نسّاخ کے نام

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم باسد اللہ اور
متخلص بہ غالب ہے۔ مکرمت حالی کا شاکر اور آیندہ افزایش عنایت کا طالب ہے دفتر
بیمثال کو عطیۂ کبرےٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان ماننا پہلے اِس قدر
افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اِس ہیچمیرز ہیچمدان کو قابل خطاب و لائق عطائے
کتاب جانا میں دروغگوئی نہیں خوشامد میری خو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسم
بامسمیٰ ہے دفتر بیمثال اِس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند مضمون عمدہ
بندش دلپسند۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بیباک و گستاخ ہیں شیخ امام بخش
طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن سے بڑھ کر
بصیغۂ مبالغہ بے مبالغہ نسّاخ ہیں تم دانائے رموز اُردو زبان ہو۔ سرمایہ نازش
قلمرو ہندوستان ہو خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اُردو زبان میں سخن سرائی

تذکرہ مولوی عبدالغفور خاں نسّاخ کے نام

ہے۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اُسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے
نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں۔ ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی
کا گھائل ہوں۔ جہاں تک زور چل سکا فارسی زبان میں بہت کچھ بکا اب نہ فارسی
کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دُنیا میں توقع نہ عقبیٰ کی اُمید میں ہوں اور اندوہ ناکامی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں **شعر**

چشم کشودہ اندبکردار ہائے من      زائیدہ ناامیدم واز رفتہ شرمسار

ایک کم ستر سال دُنیا میں رہا اب اور کہاں تک رہونگا۔ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ
سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا تین رسالہ نثر کے یہ پانچ
نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہونگا۔ مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی ہرزہ گوئی
میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ **شعر**

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی      دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا طبیعت میں وہ
مزہ سر میں وہ سودا نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اِس
سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں حواس کا بھی بقیہ اس قدر ہے کہ معرض گفتار
میں مطابق سوال وجواب دیتا ہوں روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہاں کیا
پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے حضرت سے یہ التماس ہے
کہ آپ جو اہدا کے ہادی اور مجھ کو رسالہ نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں۔ جب
تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت
سے یاد فرماتے رہیئے گا والسّلام بالوف الاحترام ؀

## (۱۱۳) ظہیر الدّین کی طرف سے اُن کے چچا کے نام

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبۂ دو جہان کے حضور میں کورنش و تسلیم پہنچاتا
ہوں اور سو ہزار زبان سے اِس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں۔ سُبحان اللہ

کیا توپ ہے جس کی آواز سے رعد کا دم بند اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج گولہ اُس کا
خدا کا قہر دھواں اُس کا دریائے آتش کی لہر استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹ
سے دفتر بھرتا ہوں کسی رنجک کیسا دھواں کیسا گولہ کیسا چھرہ کیسا اگر اب یہ وہ توپ
ہے بغیر ان عوارض کے صرف اُس کی آواز سے رستم کا زہرہ آب ہو جائے۔
بارود ہو نو رنجک اُڑے آگ دکھائیں تو دھواں ہو گولہ چھرہ کچھ اُس میں بھریں
تو ظاہر میں کہیں نشان ہو صرف آواز پر مدار ہے نئی ترکیب اور دنیا کا رو بار ہے
ایک آواز اور اُس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کے شکست کی صدا سُنائے دشمن سُنے
تو ہیبت سے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے
دونا ہے مگر ہمیں یہی کہتے بن آتی ہے کہ صور کا نمونہ ہے کیا خدا کی قدرت ہے۔
دیکھو تو یہ کیسی ندرت ہے توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ اوپر آئے
ڈھے جائے دانا آدمی زنجیری گولہ اُس کو کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر پھر وہیں
اُلجھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی ہے اور تمہارے ہاتھ
کہاں سے آئی ہے جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں ہر جگہ اسی کا بیان
ہوتا ہے حق تعالےٰ شانہٗ آپ کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت
واقبال وعزو کرامت رکھے

(۱۱۴)

بندہ پرور اگر ایک بندۂ قدیم کہ عمر بھر فرمان پذیر رہا ہو بڑھاپے میں ایک
حکم بجا نہ لادے تو مجرم نہیں ہوتا مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوئے
دیباچہ پر موقوف ہے تو مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح نہیں چاہتا۔ بلکہ چھپ جانا
بالضم چاہتا ہوں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ بیت

رسم ست کہ مالکان تحریر آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اُسی گروہ یعنی مالکان تحریر میں سے ہیں پھر اس شعر پر عمل کیوں نہیں کرتے
ہو میں یہ شعر بیگانی زبان کا ۱۸۲۹ء میں ضیافت طبع احباب کے واسطے کلکتہ

خواجہ غلام غوث خاں بیخبر کے نام

سے ارمغان لایا ہوں صحیح یوں ہے۔ **شعر**

تم کہے تھے رات میں آئینگے سوئے نہیں ۔ قبلہ بندہ رات بھر اس غم سے کچھ کھا نہیں

والسّلام بالوف الاحترام ۱۲

(۱۱۵)

قبلہ میرا ایک شعر ہے **شعر**

خود پیش خود کفیل گرفتاریٔ من ست ۔ ہر دم بپرسشِ دلِ مایوس میرسد

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اُس کا آپ کو بھی بھیجدیا ہے آپ اُس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں۔ اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں باوجود فضیلت علم عربی فارسی دانی میں ان کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے مسمیٰ بہ محرق قاطع برہان اُنہوں نے اُس کی توہین اور سود کی تفضیح میں دو جزو کا ایک مختصر نسخہ لکھا ہے اور ایک طالب علم مسمی عبدالکریم نے سعادت علی مولف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں۔ اور ایک محضر اُس نے بفتوائے علمائے شہر مرتب کیا ہے ایک میرے دوست نے بصرف زر اُس کو چھپوایا ہے ایک نسخہ اُس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے امرائے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب صاحب جاتے ہیں۔ دو تین ہفتہ تک وہیں رہتے ہیں مسلمین و ہنود دونوں فرقے شہر میں دُکانیں بند پڑی رہتی ہیں بھائی ضیاءالدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں لڑکے سب قطب صاحب گئے ہوئے ہیں اب دیوان خانے میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمتگار بھائی جب وہاں سے آئینگے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

(۱۱۶)

بنام منشی غلام غوث خاں بہادر

میں سادہ دِل آزردگی یاس سے خوش ہوں۔ یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا پیر و مرشد خفا ہوا کرتے یوں سُنا مجھے باور نہ آیا یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں۔ اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہے وائے بر حال ہم اشقیا کے یہ حکایت ہے نہیں ہے میں دنیاداری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں۔ لیکن فقیر آزادو نہ شیا دکیا دستر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں۔ ستر ہزار آدمی نظر سے گذرے ہونگے زمرہ خواص میں سے عوام کا شمار نہیں دو مخلص صادق الولا دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ العلی العظیم لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور خلوص اخلاص اُس کا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ دوسرا دوست خیر خواہ خلق حسن و جمال چشم بدور کمال مہر و وفا صدق و صفا نورٌ علی نور میں آدمی نہیں ہوں۔ آدم شناس ہوں۔ شعر

مژدہ باد اہلِ دیار کہ زمیدان رفتم
تنہم نقب ہمیزدبہ نہانخانۂ دِل

غایت مہر و محبت جس کے ملکے کا تم مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اِس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا۔ ایک کو تو میں رو لیا اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ دعائیں مانگتا ہوں۔ کہ خدایا اُس کا داغ نہ مجھے دکھائیو اُس کے سامنے مروں میاں تمہارا عاشق صادق ہوں بھائی ابھی قطعے نہیں آئے مرفع ہذیان کی دو مجلد اور بھیجدوں گا۔

(۱۱۷)

بنام منشی غلام غوث خاں بہادر

قبلہ میں نہیں جانتا کہ اِن روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کون سی کوئی گرد آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے مولوی صاحب سے میری ایک مُلاقات ہوئی تھی جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے تھے

شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے چہ جائے آنکہ معانقہ اور مقالہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا اور میرے اِس قول کے اِس راہ سے کہ مولوی صاحب آپکے ہم نشین و ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند دلائے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ مجھ میں اُن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے اب سنیئے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے اُن کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں۔ تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا اُس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ ہے کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں اِن دونوں غزلوں کو اصلاح دیجئے اِس امر کے وہ بادی نہیں۔ بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی و ہندی بھیجتے رہتے ہیں میں خدمت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب میری حک و اصلاح کو مانتے ہیں کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے عادات و عندیات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں آمدم بر سر مدعا منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا۔ بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُن کی آئی اور انہوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبرآبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں اِس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اِس میں سے توہین کے معنی مستنبط ہوں۔ تو میں اُن کا مستھن سہی اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا ۱۲۔

(۱۱۸)

قبلہ کل خط آیا آج جواب لکھتا ہوں پہلے آپ کا ایک فقرہ لکھ کر اتنا ہنسوں کہ پیٹ

بنام خواجہ غلام غوث خاں بیخبر

میں بل پڑجائیں اور آنکھ سے آنسو نکل آئیں فقرہ بڑھاپے میں کیا جانیے کہاں کی حرارت
مزاج میں آگئی ہے فقط کیوں صاحب تم نے بڈھوں میں اپنا نام لکھوایا تو مجھکو لازم
ہے کہ میں اپنے کو اموات میں گنوں۔ تمہاری عمر میرے نزدیک پچاس سے متجاوز نہ ہوگی
اگر تجاوز کیا ہوگا۔ تو دو تین برس سے وہ تجاوز زیادہ نہ ہوگا۔ بھائی ضیاء الدین خاں
اور تم ہم عمر ہو وہ کچھ کم پچاس تم کچھ اوپر پچاس ابھی تم دونوں صاحبوں کو ایک سو بیس
برس میں سے ستر برس یا کچھ کم ستر برس باقی ہیں ۱۲ بنا بہ آب رسیدن لازمی اور
بنا بہ آب رساندن متعدی باجماع جمہور اضداد میں سے ہے ہم بمعنی استحکام وہم بمعنی
انہدام درصورت استحکام نیو کا گھر کھودنا ملحوظ ہے اور درصورت انہدام لطمۂ
امواج سیلاب مدنظر ہے آپ کے لکھے ہوئے دونوں شعر مقیم معنی خرابی ہیں صائب۔

**مصرعہ**

بنائے عمر مسیح وخضر بآب رسید۔

یعنی ویران ہوگئی ڈھے گئی حالانکہ یقیناً وہ جاودانی تھی **مصرعہ**

ہنوز تشنۂ خونست تیغ مژگانش

بانکہ تیغ مژہ نے دو زندہ جاوید کو مارا مگر ابتک تشنۂ خون ہے تشنۂ بمعنی مشتاق
اور خون بمعنی قتل اور ابنائے عمر بآب رسیدن استعارۂ ہلاک **شعر**

ہزار میکدہ را محتسب بآب رساند ۔۔۔ بنائے صومعہ زرق ہمچناں برپاست

بنائے میکدہ غلط ہزار میکدہ صحیح ہے کلیم کے دیوان میں موجود یعنی محتسب نے
ہزار میکدہ ڈھادیئے دریا برد کردیئے صومعۂ زرق دریا ابتک معمور اور موجود
ہے بمعنی استحکام نعمت خان عالی کہتا ہے **شعر**

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بآب ۔۔۔ چوں حباب این خانہ بے بنیاد دیدائم ما

صائب کہتا ہے **شعر**

چگونہ شمع تجلی ز رشک نگدازد ۔۔۔ رخ تو خانۂ آئینہ را بآب رساند

بنون موقوف ۱۲ غالب کہتا ہے کہ اساتذہ کے کلام کے مشاہدہ میں اگر توغل رہے
تو ہزارہا بات نئی معلوم ہوتی ہے میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پر لکھ کر ایک

مطرب کو دیئے و مجلسوں میں گانے لگا اکبر آباد و لکھنؤ تک مشہور ہوئے ۔ وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے۔ **مطلع**

از جسم بجاں نقاب تا کے　　　　این گنج دریں خراب تا کے

ایک صاحب آگرہ میں اور ایک صاحب لکھنؤ میں معترض ہوئے کہ گنج در خرابہ باید نہ در خراب ہر چند کہا کہ خرابہ مزید علیہ اور اصل لغت خراب عربی لا اصل بمعنی ویران و ویرانہ ہے۔ جس کی ہندی اوجڑ معترض مصر رہا صائب کے دیوان میں سے یہ مطلع نکالا **مطلع**

بہ فکر دل نہ فتادی بہیچ باب دریغ　　　　بگنج راہ نبردی دریں خراب دریغ

## (۱۱۹) نواب مصطفیٰ خاں بہادر شیفتہ کے نام

جناب بھائی صاحب قبلہ یقین ہے کہ آپ مع الخیر اپنی دار الریاست میں پہنچ گئے ہوں اور بجمعیت خاطر روزہ رکھتے ہوں سوا یان کے اور خیال مولوی الطاف حسین کے فراق کے سوا کوئی وجہ ملال نہ ہو خدا کرے تم کو یاد آجائے کہ مفتی جی شگفتی کو شگفت کا مزید علیہ مسلم نہیں جانتے تھے سکندر نامہ میں دیکھا۔ **بیت**

بسے در شگفتی نمودن طواف　　　　عناں سخن را کشید درگراف

صہبائی شفق صبح کو غلط اور اس کے رنگ کو مخصوص بشام جانتا تھا۔ محمد اسمعیل اشرف مازندرانی کے کلام میں نظر پڑا **مصرعہ**

ہمچو صبح شفق آلودہ زخش سرخ و سفید

اب فقیر کا یہ مطلع مشہور ہوا۔ **شعر**

از جسم بجاں نقاب تا کے　　　　ایں گنج دریں خراب تا کے

حضرات کو اس میں تامل ہے خرابہ کی جگہ خراب کو نہیں مانتے۔ آیا یہ نہیں جانتے کہ لغت عربی اصل خراب اور خرابہ مزید علیہ ویران لغت فارسی اصل اور ویرانہ مزید علیہ موج لغت عربی اصل اور موجہ مزید علیہ ہے مزید علیہ جائز اور لغت اصلی ناجائز کیوں ہو یہ ایک مصرعہ قدما میں سے کسی کا ہے مگر پیش مصرعہ مجھے یاد نہیں۔ اور یہ بھی

نہیں معلوم کہ کس کا ہے مصرعہ

چوں مہر در کسوفم و چوں گنج در خراب

میں خود کہتا ہوں کہ اِس کو نہ مانو اِس راہ سے کہ میں قائل کا نام نہیں بتا سکتا یہ مطلع مرزا محمد علی صائب علیہ الرحمۃ کا اور اُس کے دیوان میں موجود ہے شعر

بہ فکر دِل نہ فتادی بہیچ باب دریغ　　بکنج راہ نبردی درین خراب دریغ

گنج و خراب گنج و خرابہ گنج و ویران گنج و ویرانہ مستعمل اہل ایران ہے اِس بات میں متردد ہونا محض عدم اعتنا ہے والسّلام صبح سہ شنبہ دہم ماہ صیام سال غافر پے اہل اسلام ۱۲ *

(۱۲۰)

قبلہ آج تیسرا دن ہے کہ میں بنا بہ آب رسیدن و باب رساندن کی حقیقت باستناد اشعار اساتذہ لکھ کر بسبیل ڈاک بھیج چکا ہوں آج اِس وقت بھائی ضیاء الدین خانصاحب آئے اور اِس امر خاص میں کلام کے بادی ہوئے میری تقریر سنکر کہنے لگے کہ آب در بنا رسیدن و آب در بنا رساندن کے باب میں متردد ہیں۔ کہ آیا یہ ترکیب جائز ہے یا نہیں۔ اب میں متنبہ ہوا کہ واقعی جو مَیں نے لکھا وہ سوال دیگر جواب دیگر تھا۔ ستر برس کا پیر خرف حواس معرض تلف اگرچہ سوال کو غلط سمجھا لیکن جواب غلط نہیں لکھا رسیدن بنا بآب ہم بمعنی استحکام بنا و ہم بمعنی انہدام بنا درست فقط اب آب در بنا رسیدن و رساندن کی کیفیت سنیئے فقیر نے اساتذہ کے کلام میں کہیں یہ ترکیب نہیں دیکھی۔ پس میں اِس کی صحت اور غلطی میں کلام نہیں کر سکتا۔ جانب غلطی میرے نزدیک راجح ہے آپ جب تک کلام اہل زبان میں نہ دیکھ لیں اُس کو جائز نہ جانیئے گا۔ مگر کلام سعدی و نظامی وحزیں اور اُن کے امثال و نظائر کا معتمد علیہ ہے نہ آرزو اور واقف اور قتیل وغیرہم کا میرا ایک مطلع ہے شعر

از جسم بجاں نقاب تا کے　　این گنج دریں خراب تا کے

ایک گروہ معارض ہوا کہ گنج کو خرابہ کہو نہ خراب میں متحیر کہ یارب کس سے کہوں خرابہ

خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام

مزید علیہ خراب ہے مثل ویران و ویرانہ و موج و موجہ الحاق ہائے ہوز سے لغت دوسرا
نہیں پیدا ہوا بارے صائب کے دیوان میں ایک مطلع نظر آیا۔ **بیت**

بفکر دل نہ فتادی بہیچ باب دریغ	بگنج راہ نبردی درین خراب دریغ

یہ مطلع لکھ کر معترض صاحبوں کو بھیج دیا۔ کہ غالب کو درد سر نہ دیجئے جو پوچھنا ہو وہ صائب
سے پوچھ لیجئے عارف علی شاہ خراسانی نے اسی مطلع پر **شعر**

از مام بجاں نقاب تاکے	این گنج درین خراب تاکے

تین اعتراض کئے تھے۔ پہلا نقاب کے ساتھ عارض و رُخ کا ذکر بھی ضرور تھا۔ وہ نہیں
ہے۔ دوسرا گنج تو ویرانے ہی میں ہوتا ہے پھر اس پر تاسف کیا جو کہتے ہیں۔ تاکے
تیسرا ویرانہ کو خرابہ کہتے ہیں نہ خراب اور نہ اعتراضوں کے بعد انہوں نے اُن میں دخل کیا

از جسم بجاں حجاب تاکے	گل بر رُخ آفتاب تاکے

خراب اور خرابہ کا جواب تو صاحب مطلع اوپر کے خطوں میں لکھ چکے یہ خط بقیہ اعتراضوں
کے جواب اور دخل کے بیجا ہونے کے اظہار میں ہے *

(۱۲۱)

قبلہ دیکھئے ہم عارف ہیں وروونامہ سے پہلے جواب نامہ لکھتے ہیں دن بھول
گیا ہوں غالب ہے کہ آج تیسرا دن ہو صبح کو میں نے آب در بنا رسیدن کی بحث میں
خلاصۂ تحقیق لکھ کر ارسال کیا ہے اسی دن شام کو خط آیا بقیہ جواب اب لکھتا ہوں
نقاب اس شعر میں بمعنی حائل ہے حول کو وجہ و رُخ کی خصوصیت نہیں دو چیز وں کے
بیچ میں جو شے آجائے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جو چیز ایک چیز کی مانع نظارہ
ہو وہ نقاب ہے اس شے نا مرئی کی رُخ بمناسب نقاب مقدر ہے اور یہ تقدیر جائز
اور بلیغ ہے حجاب کا یہاں اوپری یعنی بے محل اور نا ملائم ہونا یا بشرط عقل سلیم
طبع لطیف ظاہر ہے گل خاک بآب آمیختہ کو کہتے ہیں وہ رُخ آفتاب تک کہاں پہنچے
ہاں گرد و غبار میں آفتاب چھپ جاتا ہے۔ اُس کا استعمال از روئے مجاز جائز ہے گنج
در ویرانہ تاکے یہ بہت لطیف بات ہے یعنی افسوس کیا جاتا ہے اُس گنج کے بیکار رہنے

بنام منشی غلام غوث خاں بیخبر

کا گنج ہے غرض یہ ہی تو نہیں کہ جنگل میں مدفون رہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مدفن سے نکلے
اور صرف ہو اور لوگ اُس کے وجود سے تمتع پائیں یہاں ایک اور دقیقہ ہے کہ اس شعر میں
گنج مشبہ بہ اور روح انسانی مشبہ ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ روح کا تعلق جسم سے
جاودانی نہیں پس کیا قباحت ہے اگر ایک غم زدہ ستم زدہ قطع تعلق روح کا منتظر اور
مشتاق ہو مثلاً ایک میعادی محبوس حسر تمندانہ کہے کہ الٰہی وہ دن کب آئے گا کہ میں قید
سے نجات پاؤں کب تک سڑک کاٹوں کب تک رنج اُٹھاؤں فاخر مکیں ایک شاعر تھا
شجاع الدولہ کے عہد میں اُس نے سعدی و نظامی حزیں کے اشعار کو اصلاحیں
دی ہیں۔ جب ایک ہندوستانی بے علم تنگ مایہ اساتذۂ نامی عجم کے کلام کو اصلاح
دے اگر ایک عالم خراسانی نے ایک ہندی کے مطلع میں تصرف کیا تو کیا قباحت
لازم آئی خدا کا شکر کہ مجھ کو ستر برس کی عمر میں پچاس کی مشق کے بعد اُستاد میسر آیا ۱۲

## (۱۲۲) مرزا حاتم علی مہر کے نام

جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے **شعر**

گھر میں تھا کیا جو تیرا غم اُسے غارت کرتا ۔ جو رکھتے تھے اِک حسرت تعمیر سو ہے

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدیں نمط ہے
کہ چند گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا اہل قلم اور اہل فوج نے بانصاف رلے ہما گر
ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن وہاں ہے ۱۲

ناسخ مرحوم جو تمہارے اُستاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے۔ مگر ایک
فنی تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو علاقہ نہ تھا۔ سُبحان اللہ
تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو میں نے
دیکھے کیا کہوں کیا خط اُٹھایا۔ **بیت**

خدا سے میں بھی چاہوں از رہ مہر ۔ فروغ میرزا حاتم علی مہر

اگر اسی انداز سے انجام پائے گی تو یہ مثنوی کارنامہ اُردو کہلائے گی خدا تم کو جیتا رکھے

تمہارا دم غنیمت ہے صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے ۱۲ +

(۱۲۳)

جناب عالی کل میرے شفیق مکرم منشی نواب جان کلبہ احزان میں تشریف لائے آپ کا سلام کہا معلوم ہوا کہ خواجہ صدر الدین صاحب لشکر کے ساتھ گئے ہیں اور آپ یہیں ہیں اس میں فصل میں کہ ابھی سے رات دن آگ برستی ہے اچھا ہوا کہ زحمت سفر نہ کھینچی اجی حضرت یہ منشی ممتاز علی کیا کر رہے ہیں رقعے جمع کئے اور نہ چھپوائے فی الحال پنجاب احاطہ میں اُن کی بڑی خواہش ہے جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ اُن سے کہیں مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ہیں وہ سب یا اُن سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھ کو بھیج دیں جی یوں چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔ **مصرعہ**

تم سلامت رہو قیامت تک

(۱۲۴)

حضور پہلے خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا۔ یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے اب رگ قلم کی خوننابہ فشانی دیکھو گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیۃ السیف تھے اُن کو حکم دیا دربار عام سے سوائے میرے کوئی باقی نہ تھا۔ یا چند مہاجن مجھ کو حکم نہ پہنچا۔ جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا۔ چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں۔ دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے

بنام میر مہدی حسین مجروح

بنام میر مہدی حسین مجروح

اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی
خط اُن کے نام لکھ کر اُن کو بھیجا مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنۂ محض ہے
اُمیدوار ہوں کہ اس کی تحقیقات فرمائی جائے تاکہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت
ہو یہاں کے مقامات پر جواب نہ ہوا۔ اب ماہ گذشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے مُلک سے
جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ
طے ہوا اور بار خلعت پر موقوف پنشن مسدود وجہ لامعلوم لاموجود الا اللہ و لامؤثر
فی الوجود الا اللہ۔ ۱۲ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رامپور کہ میرے
آشنائے قدیم ہیں۔ اس سال یعنی ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے ناظم اُن کو تخلص
دیا گیا۔ بیس پچیس غزلیں اُردو کی بھیجیں۔ میں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ
اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری انگریزی پنشن کھلی ہوئی اُن کی عطا یا فتوح
گنی جاتی تھی۔ جب وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا
بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے۔ اور میں غدر کرتا تھا۔
جب جنوری سنہ ۶۰ میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا تو میں آخر جنوری
میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہکر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط مہر رہ ۸ مارچ پایا۔
استفتا کا جواب بھیجا جاتا ہے ۱۲ *

(۱۲۵)

بدرت — پایان شب سیہ سپید است — در نومیدی بسے امید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روئداد لکھتا ہوں۔ تو طیہ
سنہ ۱۸۶۰ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی
اہل دہلی کو ساتھ لے گئے میں نے کہا میں بھی چلوں۔ فرمایا کہ نہیں جب لشکر میرٹھ
سے دلی آیا میں موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم میں گیا۔ میر منشی صاحب
سے ملا اُن کے خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا
جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ

کو تم سے ملنا منظور نہیں ہیں گو لیے میرم اس حکم پر ممنوع نہ ہوا جب لارڈ صاحب بہادر
کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیجدیا مع اس حکم کے واپس آیا کہ اب یہ
چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا
ترک کیا واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی
آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور
اپنے نام لکھوائے میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا۔ جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا
دربار ہوا ہر ایک کامگار رہا شنبہ ۸ فروری کو آزادانہ منشی سے پھول سنگھ صاحب
کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا بلا لیا۔ مہربان
پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی دو حاکم جلیل القدر کی وہ
عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں جملہ معترضہ میر منشی لفٹنٹ گورنری سے
سابقۂ معرفت نہ تھا۔ وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو گیا جب حکام مجرد
استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں۔ کہ میر منشی کی طرف سے حسن
بایمائے حکام ہوگا و للرحمٰن الطاف خفیہ بقیہ روئداد یہ ہے کہ دوشنبہ ۲ مارچ کو سواد
شہر مخیم خیام گورنری ہوا آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خاں بہادر
کے پاس گیا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے
متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آ کر تمہارے
علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ
خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر
کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں
لکھا گیا ہے اکر ۱۴ دن یا پندرہ دن ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ۔ شعر

کارساز ما بفکر کار ما　　　فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۳ مارچ کو بارہ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا اور
فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے انبالے جاؤگے

تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا کہ حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا لارڈ صاحب
بہادر کا حکم سن لیا میں نہال ہو گیا۔ اب انبالے کہاں جاؤں جیتا رہا تو اور دربار میں
کامیاب ہو رہوں گا شعر

کار دُنیا کسے تمام نکرد    ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(۱۲۶)

حضرت پیر و مرشد اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ منشی ممتاز علی خانصاحب سے
میری مُلاقات ہے اور وہ میرے دوست ہیں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صاحب فراش ہوں
اُٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہوں اِس حال میں دیباچہ کیا لکھوں یہ بھی لکھ
چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا اشعار اُن کے آئے اصلاح دیدی منشاء اصلاح
جابجا حاشیہ پر لکھ دیا کل جو عنایت نامہ آیا اُس میں بھی دیباچہ کا اشارہ اور تفتہ کے
خطوط کا حکم مندرج پایا ناچار تحریر سابق کا اعادہ کر کے حکم بجالایا۔ ناظرین
قاطع برہان پر روشن ہو گا۔ کہ نامراد اور بے مراد کا ذکر مبنی اِس پر ہے کہ عبد الواسع
ہانسوی بے مراد کو صحیح اور نامراد کو غلط لکھتا ہے میں لکھتا ہوں کہ ترکیبیں دونوں
صحیح لیکن بے مراد غنی کو کہتے ہیں اور نامراد محتاج کو اب آپ کے نزدیک اِن دونوں کا
استعمال ایک ہی ہو تو میرا مدعائے اصلی یعنی نامراد کی ترکیب کا علی الرغم عبد الواسع کے
صحیح ہونا فوت نہیں شعر مرزا صاحب شعر

نامرادی زندگی بر خویش آسان کردن است    ترک جمعیت دِل خود را بسامان کردن است

یہاں نامرادی بے مرادی کے معنی کیونکر دے گی اغنیا خواہ اہل توکل خواہ اہل تموّل متمولین
پر کبھی کام آسان نہیں ہوتا بلکہ مفلسوں سے زیادہ اُن پر مشکلیں ہیں رہے اہل توکل
اُن کی صفتیں اور ہیں وہ اہل اللہ ہیں مقربان بارگاہ کبریا ہیں دُنیا پر پشت پا مارے
ہوئے ہیں کام اُن پر کب مشکل تھا کہ اُنہوں نے اُس کو آسان کر دیا۔ نامراد صیغہ مفرد
ہے مساکین کا اصناف مساکین کی شرح ضرور نہیں سختی کشی و بے نوائی تہیدستی وگدائی
یہ اوصاف ہیں مساکین کے اِن صفات میں سے ایک صفت جس میں پائی جائے وہ مسکین

وہ نامراد البتہ مساکین پر نہ ایک کام بلکہ سب کام آسان ہیں نہ پاس ناموس وعزت
نہ حب جاہ و مکنت نہ کسی کے مدعی نہ کسی کے مدّعاعلیہ دن رات میں دو بار روٹی ملی بہت
خوش ایک بار ملی بہرحال خوش خدا کے واسطے مولانا صاحب کے شعر میں سے نامراد
یعنی کسے کہ ہیچ مراد نداشتہ باشد کیونکہ ثابت ہوتا ہے مساکین کی زندگی جیسا کہ میں
اوپر لکھ آیا ہوں آسان گذرتی ہے یا اغنیا کی رہا مولوی معنوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بیت

عاقلاں از بے مرادیہائے خویش　　باخبر گشتند از مولائے خویش

میں نے مثنوی کے ایک نسخہ میں عاقلان کی جگہ عاشقان دیکھا ہے بہر صورت معنی یہ
ہیں کہ عشاق یا عقلا بعد ریاضت شاقہ ماسوے اللہ سے اعراض کر کے بے مراد
اور بے مدعا ہو گئے یہ پایۂ تسلیم و رضا ہے البتہ اس رتبہ کے آدمی کو خدا سے لگاؤ
پیدا ہو گا۔ مصرعہ

باخبر گشتند از مولائے خویش

یہاں بھی بے مرادی سے نامرادی کے معنے نہیں لئے جاتے۔ مگر ہاں مصرعہ

بے مرادی مومناں از نیک و بد

دوسرا مصرع مصرعہ

در بکلی بے مرادت داشتی

ان دونوں مصرعوں میں نامراد اور بے مرادی کے معنی میں خلط واقع ہو گیا ہے خیر
بے مراد اور نامراد ایک سہی ہر چند دوسرے مصرع مولوی میں بے مراد کے معنی
بے حاجت کے درست ہوتے ہیں۔ مگر مصرعہ

من کہ رندم شیوۂ من نیست بحث

زیادہ تکرار کیوں کروں معہذا مصرعہ اول کی کچھ توجیہ بھی نہیں کر سکتا نامراد کی ترکیب
کی صحت علی الرغم عبد الواسع ثابت ہو گئی فثبت الدعا کما ل یہ کہ مانند ناچار و بیچارہ
اور ناانصاف اور بے انصاف کے نامراد اور بے مراد کا بھی مورد استعمال مشترک
رہا والسلام ۱۲ ✦

جو اعتراض کو ترقی۔ سہل ممتنع

پیر و مرشد سہل ممتنع میں کسرۂ لام توصیفی ہے سہل موصوف اور ممتنع صفت اگرچہ بحسب ضرورت وزن کسرۂ لام مشبع ہو سکتا ہے لیکن مخل فصاحت ہے اور لام موقوف تو خود سراسر قباحت ہے سہل ممتنع اس نظم ونثر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اُس کا جواب نہ ہو سکے بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے ممتنع درحقیقت ممتنع النظیر ہے شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں اور رشید وطواطہ وغیرہ شعراے سلف نظم میں اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ہیں. خود ستائی ہوتی ہے سخن فہم اگر غور کرے گا تو فقیر کی نظم ونثر میں سہل ممتنع اکثر پائے گا

ہے سہل ممتنع یہ کلام ادق مرا  پرسوں پڑھے تو یاد نہ ہوئے سبق مرا

یہ مصرع حیرت آور ہے کلام ادق سہل ممتنع کے منافی ہے پھر یاد نہ ہونا اور حافظہ پر نہ چڑھ جانا ہرگز سہل ممتنع کی صفت نہیں ہو سکتی کلام ادق کا حفظ دشوار ہو شاید کوئی قسم اقسام کلام میں سے ہو ہاں کلام ادق کلام مغلق کو کہتے ہیں. سو کلام مغلق اور کلام سہل ممتنع ضد یکدگر ہے مغلق اور ادق سہل ممتنع اور سہل ممتنع مغلق اور ادق کیونکر ہو سکے گا۔ اور حافظہ میں محفوظ رہنا کلام مغلق اور ادق کی صفت کیونکر پڑے گی ہاں مغلق عسیر الفہم ہوگا۔ پڑھا نہ جائیگا۔ معنی سمجھ میں نہ آئیں گے سہل ممتنع کی صفت وہ تھی جو فقیر اوپر لکھ آیا۔ اس شعر سے مجھ کو کچھ علاقہ نہیں فقط. آب در بنا رسیدن بمعنی خراب بنیاد قیاسی ہے اساتذہ کے کلام میں میں نے نہیں دیکھا اگر آیا ہو تو درست ہے ہاں بآب رسانیدن بنا کہ بظاہر آب در بنا رسیدن کا متعدی منہ ہے بلغا کے کلام میں آیا ہے لیکن اضداد میں سے ہے ہم بمعنی ویرانی بنا مستعمل اور ہم بمعنی استحکام بنا اگر اس کا لازمی ڈھونڈھیے تو رسیدن بنا بہ آب ہے نہ رسیدن آب بہ بنا جیسا کہ نعمت خاں عالی کہتا ہے ؎

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بآب  چوں حباب ایں خانہ بے بنیاد میدانیم

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسیدن بآب بانا موجب استحکام ہے۔ اور شاعر باوجود دلیل استحکام بنا کو استوار چاہتا ہے صائب کہتا ہے **بیت**

چگونہ شمع تجلی زرشک نگدازد　　رخ تو خانہ آئینہ را بآب رساند

حاجی محمد جان قدسی **بیت**

بگوش عطایش رساند این خطاب　　کہ بنیاد کاں را رساند بآب

یہ دونوں شعر مفید معنی ویرانی ہیں قصہ مختصر بآب رسیدن بنا خرابی خانہ و بآب بدن متعدی آن و رسیدن آب در بنا ناممنوع میں ابھی بیمار ہوں۔ اور بیمار کے واسطے انجام غسل صحت ہے یا غسل میت والسلام ۱۲ *

## (۱۲۸) مردان علی خاں رعنا کے نام

خاں صاحب عالیشان مردان علی خان صاحب کو فقیر غالب کا سلام نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو خدا تم کو سلامت رکھے بھائی خلق کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھنی آیا اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد اور جفا مؤنث ہے بے شبہ و شک والسلام والاکرام ۱۲ *

## (۱۲۹)

خاں صاحب مشفق عالی شان کو میرا سلام کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی نالہ در الخ **شعر رعنا**

گذرا ہے مرا نالہ در چرخ کہن سے　　تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے

نالۂ دل بنا دیا نواب صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بے فائدے لکھی۔ دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا منشی نولکشور صاحب یہاں آئے تھے۔ مجھ سے ملے بہت خوش ہوئے

مردان علی خاں رعنا کے نام

اورخوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ مدّاح اور میں اُن کا
ثناخواں خدا تم کو اور اُن کو سلامت رکھے ۱۲ ؁

## (۱۳۰) مرزا رحیم بیگ مصنّف ساطع برہان کے نام

بخدمت مشفقی مکرمی مرزا رحیم بیگ صاحب نور اللہ قلبہ بالاسرار وعینہ بالانوار
سخنے چہ گفتہ می شود بیت

نہ در منطق پارسی و دری　　ہمیں ہندی سادہ و سرسری

جس طرح توحید میں نفی ماسوی اللہ دستور ہے مجھ کو تحریر میں حذف زوائد منظور ہے
عزم مقابلہ نہیں قصد مجادلہ نہیں سرتاسر دوستانہ حکایت خاتمہ میں ایک شکایت
ہے۔ شکوہ دردمندانہ منافی شیوۂ ادب نہیں محض اظہار درد دل مراد ہے۔ جو کوئی
بات جواب طلب نہیں احسان مند ہوں آپ کا کہ آپ نے منشی سعادت علی کی طرح آدھا نام
میرا نہ لکھا۔ اُن کے حسن ظن کے مطابق مجھ کو معشوق میرے اُستاد کا نہ لکھا۔ اور اگر
ایک جگہ یہ الفاظ کہ بقول غالب۔ باکدام خرس درجوال شدہ ام۔ بہم کئے یا اور دو
چار جگہ کلمہ توہین رقم کئے۔ میں نے اپنے لطف طبع اور حسن عقیدت سے پہلے
فقرے کا مفہوم یوں اپنے دل نشین کیا۔ کہ حضرت نے محمد حسین دکنی جامع برہان کو
موافق میرے قول کے خرس یقین کیا یا خرس درجوال شدن عبارت ہے صحبت
سے خواہی مدافعت کے واسطے ہو خواہی محبت سے مجھکو اُس کا قرب بہ سبیل آویزش
ہے تم کو اُس کا قرب ازروئے آمیزش ہے۔ دوسرے فقرے کے معنی یہ ٹھہرائے
بلکہ بے تکلف میرے ضمیر میں آئے کہ خرس کی مدد دینے سے کوفت حاصل ہوئی اور
وہ کوفت باعث درد دل ہوئی شدت درد میں آدمی چیختا ہے چلاتا ہے ہائے وائے
کرتا ہے غل مچاتا ہے جیسا کہ سعدی بوستان کی اس حکایت میں جس کا پہلا مصرعہ
یہ ہے۔ مصرعہ

شبے زیت فکرت ہمی سوختم

فرماتا ہے۔ مصرع

کہ ناچار فریاد خیزد زمرد

جناب مرزا صاحب کیا تم نہیں جانتے کیونکہ نہیں جانتے بے شبہ جانتے ہوگے۔ کہ اکابر امت کو امور دینی میں کیا کیا منازعتیں باہم واقع ہوئی ہیں کہ نوبت بہ تکفیر یکدیگر پہنچی ہے اگر فن لغت میں ایک شخص دوسرے شخص کا معتقد نہوا۔ یہاں تک کہ اُس کی تحمیق بھی کی تو اور مدعیان علم وعقل اِس مسکین کے جگر تشنہ خون کیوں ہو جائیں اور جب تک اُس کا نقش ہستی صفحۂ دہر سے نہ مٹائیں آرام نہ پائیں۔ ظلم تو یہ ہے کہ جو کچھ میں نے قاطع برہان میں لکھا ہے نہ اُس کو سمجھتے ہیں اور نہ کچھ آپ لکھتے ہیں نہ اُس کے معنی سمجھتے ہیں سوال دیگر جواب دیگر پر مدار ہے۔ خارج از بحث اقوال کی تکرار ہے برہان قاطع والے کی محبت سے دل بیقرار ہے فرط غیظ وغضب سے بدن رعشہ دار ہے منشی ناظم علی نہ ناظم ہے نہ نثار ہے بموجب اِس مصرع کے

مصرعہ
مقتضائے طبیعتش ایں است

ناچار تم کو معرض تحریر میں تحمل اور تامل چاہیئے۔ سخن پروری وجانب داری میں توغل چاہیئے۔ بحسب اختلاف اختلاف طبائع مانو نہ مانوگے مگر پہلے یہ تو جانو کہ غالب سوختہ اختر کا فرہنگ نویسوں کے باب میں عقیدہ کیا ہے اگر قاطع برہان میں جابجا لکھتا آیا ہوں۔ مگر اب ہندی کی چندی کرکے لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ میرا ہے کہ فرہنگ لکھنے والے جتنے گذرے ہیں سب ہندی نژاد ہیں ہاں علم صرف ونحو وعربی میں بقدر تحصیل مسلم اور اُستاد ہیں علم صرف نحو کی کتب درسی موجود ہیں جس نے چاہا ہے اُس نے اُستاد سے اُن کتب کو پڑھ لیا ہے۔ فارسی کی جو فرہنگیں حضرت نے لکھی ہیں مطالب مندرجہ کس اصول پر منضبط کئے ہیں۔ اور اُس کا علم کس اُستاد سے حاصل کیا ہے آخر مقاصد صرف ونحو عربی بھی تو صرف مطالعہ کرکے نہیں نکالے ہیں۔ پہلے تعلیم تعلم ہے پھر کتب قواعد کے جابجا حوالے ہیں قواعد فارسی کا رسالہ اہل زبان میں کس نے لکھا ہے اور اِن ہوس پیشہ فرہنگ لکھنے والوں نے وہ رسالہ کس

فاعل عجم سے پڑھتا ہے۔ شیدائے ہندی سیکروی نے حاجی محمد جان قدسی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اعتراض کیا ہے مرزا جلالائے طباطبائے علیہ الرحمۃ نے شیدا کو خط لکھا ہے سر آغاز خط کا ایک قطعہ جس میں صحر اور دریا قافیہ اور پہ ماند ردیف شعر کا اخیر کا مصرع یاد رہ گیا ہے۔ **مصرعہ**

یعنی بہادیو مقوی برساند

خلاصہ مضمون خط یہ کہ تو صاحب زبان نہیں ہے۔ زبان دان ہے۔ یعنی مقلد اور کاسہ لیس اہل ایران ہے حاجی محمد جان کے کلام کو سند پکڑ تجھے کس نے کہا ہے کہ اس سے لڑ کیا تو نے سُنا نہیں جو عرفی و فیضی میں گفتگو ہوئی ہے اور موتمن الدولہ شیخ ابوالفضل کے روبرو ہوئی ہے لغات فارسی اور ترکیب الفاظ میں کلام تھا۔ مولانا جمال الدین عرفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اور نطق آشنا ہوگیا ہوں۔ اپنے گھر کی بڑھیوں سے لغات فارسی اور بھی ترکیبیں سنتا رہا ہوں۔ فیضی بولا کہ جو کچھ تم نے اپنے گھر کی بڑھیوں سے سیکھا ہے۔ وہ ہم نے خاقانی و انوری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت عرفی نے فرمایا کہ تقصیر معاف خاقانی و انوری کا ماخذ بھی تو منطق گھر کی پیر زالوں کا ہے ہائے تمیز کہاں سے لاؤں جو دیکھے کہ یہ حال قلم و ہند کے صاحب کمالوں کا ہے قیاس مع الفاروق کی بہار دیکھو مجرد تقدیم زمانے کا اعتبار دیکھو مانا کہ عرفی تحصیل علوم عربیہ میں اُن سے کمتر ہے صاحب زبان اور ایرانی ہونے میں برابر ہے کیا عرفی کیا انوری کیا خاقانی ایک شیرازی ایک خاوری ایک شروانی اگر مجھ سے کوئی کہے کہ غالب تیرا بھی مولد ہندوستان ہے میری طرف سے جواب یہ ہے کہ بندہ ہندی مولد و پارسی زبان ہے ؎

ہر چہ از دستگہ پارس بہ یغما بروند تا بنالم ہم ازاں جملہ زبانم دادند

زبان دانی فارسی میری ازلی دستگاہ اور یہ عطیہ خاص منجانب اللہ ہے۔ فارسی بان کا ملکہ مجھ کو خدا نے دیا ہے مشق کا کمال میں نے اُستاد سے حاصل کیا ہے۔ ہند کے شاعروں میں اچھے اچھے خوشگوار اور معنی مآب ہیں۔ لیکن یہ کون احمق کہے گا۔ کہ

یہ لوگ دعوی زبان دانی کے باب ہیں رہے فرہنگ لکھنے والے خدا ان کیچ بیچ سے نکالے اشعار قدما آگے دھر لئے اور اپنے قیاس کے مطابق چلد ییٔے وہ بھی نہ کوئی ہمقدم نہ کوئی ہمراہ بلکہ سو بسو پراگندہ و تباہ رہنما ہو تو راہ بتائے استاد ہو تو شعر کے معنی سمجھائے: آپ شیرازی نہ اُستاد مضافی رہے رگ گروں و خے دعوی زبان دانی میرا یہ قول خاص ہے نہ عام ہے مجموع فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے یہ کیا بات ہے کہ جامع برہان کا خذ فرہنگ رشیدی و جہانگیری ہے عبدالرشید کی کیا شیخی اور میاں انجوین کیا پیری ہے قطب شاہ و جہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشاء برتری ہے تو بیچارہ جعفر زٹلی بھی فرخ سیری ہے۔ ایک لطیفہ لکھتا ہوں اگر خفا نہ ہو جاؤ گے تو خط اُٹھاؤ گے جتنی فرہنگیں اور جتنے فرہنگ طراز ہیں یہ سب کتابیں اور یہ سب جامع مانند پیاز ہیں تو بتو اور لباس در لباس وہم در وہم اور قیاس در قیاس پیاز کے چھلکے جس قدر اُتارے جاؤ گے چھلکوں کا ڈھیر لگ جائے گا مغز نہ پاؤ گے فرہنگ لکھنے والوں کے پرت کھولتے چلے جاؤ لباس ہی لباس دیکھو گے شخص معدوم فرہنگوں کی ورق گردانی کرتے رہو ورق ہی نظر آئینگے۔ معنی موہوم ظرافت پر مدار تحقیق نہیں ہے۔ آپ کے خاطر نشین کرتا ہوں جو میرے دلنشین ہے فرہنگ نویسوں کا قیاس معنی لغات فارسی ہیں نہ سراسر غلط ہے البتہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے خصوصاً دکنی تو عجیب جانا نہ ہی لغو ہے پوچ ہے پاگل ہے دیوانہ ہے وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یائے اصلی کیا ہے اور یائے زایدہ کیا ہے حیران ہوں کہ اس کی جانب داری میں فائدہ کیا ہے خدا جانتا ہے کہ میں یک رنگ ہوں مگر دکنی کے جانب داروں کا چور رنگ ہوں مجھے جو چاہو سو کہو اوروں سے تم کیوں لڑتے ہو کہیں جامع لطائف غیبی کو بُرا کہتے ہو کہیں نگارندہ دافع ہذیان جھگڑتے ہو جانتا ہوں کہ دکنی کی عبارت کی خامی اُس کی رائے کی کجی اُس کے قیاس کی غلطی اگر نہ سب جگہ بلکہ بعض جگہ سچ جانتے ہو۔ مگر یہ میں نہیں جانتا کہ اتنی محنت کرنی اور اُس کے رفع تخطیہ کے واسطے توجیہات بارد ڈھونڈھنی کس واسطے ایسا اُس کو

کیا مانتے ہو مجھ پر جدا منہ آتے ہو مولوی نجف علی اور میاں داد خاں سے جدا
بگڑتے ہو بھائی صاحب مغلچہ پن پھر آ گئے گو ہار لڑتے ہو سچ ہے غالب آگندہ
گوش ہے کسی کی نہیں سنتا اسی آپ کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ کے موافق
بحلف کہتا ہوں کہ تم نے قاطع برہان و دافع ہذیان و لطائف غیبی کو ہرگز نہیں
دیکھا آویزہ و افسوس کے بیان میں مجھ سے وہ سہو ہوا ہے کہ مجھے اس کا اقرار
اور میرا دوست میاں داد خاں شرمسار ہے جو کچھ اس مصنف نے اس باب میں لکھا
وہ قول فیصل اور کافی ہے مانیں یا نہ مانیں ناظرین کو اختیار ہے گلہری بکاف
فارسی مکسور بوزن الکہری لغت ہندی الاصل اس کی شرح میں جداگانہ ایک
فصل کاف فارسی مکسور کی جگہ کاف عربی مفتوح اعراب کا بوزن طشتری وضوع
مجھے اور میرے دوست سیف الحق کو دو سہو طبعی پر استعذار ہوا خواہان بوہر دکنی
کو اغلاط متواتر کے جواز پر اصرار فاعتبروا یا اولی الابصار خردبے واو بمعنی نور اور
خورہ مع الواو بمعنی جذام ایک ویزہ بمعنی پاک اور آویزہ بمعنی ناپاک ایک یا اور
ہزار ایسے اغلاط حسن اور مقبول اور منظور گویا یہ مصرع جو محاورہ میں ہے مصرعہ

کند ہرچہ خواہد برو حکم نیست

اس کی شان میں صادق سمجھ لیا ہے۔ چشم بد دور اب چاہیئے کہ اس کے پوچھنے والے
اس کے نام کے بعد جل جلالہ لکھیں اور اگر جرأت نہ کریں تو نظر بافادہ و استفادہ
عم نوالہ لکھیں۔ ستر برس کی عمر کانوں سے بہرا جمعیت کم تفرقہ زیادہ اور پھر خود
داری اور کسر نفس اور استغنا خداداد بیہودہ بکنے میں اوقات کیوں صرف کروں
پاسخ نگاری کیوں لفظ بلفظ و حرف بحرف کروں آپ کو اپنی نمود اور شہرت منظور ہے
خردہ گیری و عیب جوئی سے مجھ کو نفرت ہے اور حیا آتی ہے زیادہ گوئی سے
آپ کے حسن کلمات طیبات سے قطع نظر کر کے ناظرین منصف کے وجدان
پر چھوڑ دیتا ہوں اور شکایت موجودہ سے پہلے تین امر ضروری لکھ لیتا ہوں۔
(صیحہ بمعنی آواز اسپ زنہار نیست) اس کے سچ ہونے میں کیا کلام ہے جو صیحہ سے

آواز اسپ مراد رکھے وہ ناقص ہے اور خام ہے کیا عرفی کا شعر عرفی کے خط سے
لکھا ہوا کسی کو نظر پڑا کہ ناظر سے سن کر تمہارا ذہن وقاد و نقاد وہاں جا لڑا لغت کسی
باطن کے اندھے کے ہاتھ سے لکھا جائے اور پھر عرفی جیسا شاعر دیدہ درباز
پرس میں پکڑا جائے تمہارا مجوب بوہرہ وکنی شین منقوط مع التحتانی کے بیان میں
شیہ کو گھوڑے کے ہنہنانے کی فارسی بتاتا ہے عربی میں گھوڑے کے ہنہنانے کو صہیل
بوزن دلیل کہتے ہیں صیحہ بوزن بیضہ عموماً بہ معنی ہر صدائے ہولناک وھیب آتا ہے
کیونکر فرہنگ نگاروں کے اور اُن کے مددگاروں کے قیاس کو وحی سمجھ لوں اور کیونکر
کاتبوں کے املا کو مصحف مجید کی طرح سر پر دھر لوں یہ توجب ہو سکتا ہے کہ میں
اپنے کو جماد اور نبات فرض کروں جرم وخطائے بلوغ برگردن بندگان جناب
است میں آپ کو مخاطب بالفتح ٹھہرا کر یہی فقرہ پڑھ کر چپ رہتا ہوں بعد اس کے
تبدیل جیم تحتانی کو مسموع کہتا ہوں یعقوب کو بہ تغیر لہجہ انگریزی زبان جاکوب کہتے
ہیں کہاں مبدل منہ کہاں تغیر لہجہ حضرت آپ جو کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کو دکو ترجمہ
طفل نہیں مانتے اور پھر خاتمہ میں ریدگان بصیغہ جمع لکھواتے ہو واقعی یوں ہے
کہ جو کچھ لکھاتے ہو بہ بزدے بصر نہیں بلکہ ازروئے سمع لکھواتے ہو خط تمام ہوا اب
مستغیث کی عرضی کی ہو لیکن سماعت ازروئے انصاف بالائے طاعت ہو۔ عرضی
گزارنے سے پہلے مستغیث پوچھتا ہے کہ آپ کے محکمہ عالیہ کا سررشتہ دار دیانت دار
ہے یا نہیں سخن فہم و ہوشیار ہے یا نہیں۔ میں تو گمان کرتا ہوں کہ امین نہ ہو دلیل
سُن لیجئے اگر یقین نہ ہو (صیحہ بمعنی آواز اسپ زنہار نیست) اس کے ماقبل اور
بھی عبارت ہے سُنانے والے نے نہ پڑھی ہو کتنا بعید ہے کس واسطے کہ اس
عبارت کے مفہوم کو ملحوظ رکھنا اور محمد اکرام پنجابی کا شعر تو قابل التفات نہیں مگر
مولانا جلال الدین عرفی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر بہ تتبع کاتب غلط لکھوا دینا
تم سے بسیار بعید ہے انشا میں ناخنوں کی تعریف کو مانتے ہو املا میں کاتبوں کی
غلطی کے کیوں نہ قائل ہو انشا و املا و لفظ و معنی میں تقلید چھوڑ کر تحقیق کے کیوں نہ

مائل ہو تقصیر معاف یہ نہ استناد بہ کلام عرفی عالی مراتب ہے بلکہ پیروی خامہ کجرفتار کاتب ہے کہہ چکا ہوں کہ نہ مجھ کو مناظرہ کا دماغ نہ ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے فراغ آگے جو ہمت نہیں ہاری تھی اور غیب سے توقع مددگاری تھی۔ تو اپنا یہ شعر اردو میرے ورد زبان اور ہنجار سے بیں زمزمہ سنج فغاں رہتا تھا۔ شعر

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان    ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

اب جو اصلاح حال و حصول مطلب سے دل مایوس ہے تو طبیعت اسی غزل کی اس بیت کے ترنم سے مانوس ہے شعر

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ    مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ بڑا رونا رزق کا ہے جب معاش مقرر ہو تو پھر غم کیا ہے نہ صاحب یہ باتیں جانوروں کی ہیں۔ کہ کچھ کھا لیا پانی پی لیا اور چین سے سو رہے آدمی عموماً اور صاحبان ننگ و ناموس خصوصاً باوجود فراغ معاش ایسی جگداز بلاؤں میں مبتلا ہیں کہ کوئی کیا ہے یہ حال تو یا صاحب واقعہ جانے یا خدا جانے دوسرے سے یہ کار افتادہ کیوں کہے اور بغیر کہے دوسرا جانے مناظرہ کا تو ہرگز ارادہ نہیں اگر مردہ دل نہ ہوتا تو باتیں کہتا زیادہ نہیں وہ بھی از روئے بحث و تکرار نہ با نادار استفسار اظہار سے مقصود نفس اظہار یہ جو آپ نے مولوی امام بخش کو امام المحققین خطاب دیا ہے کتنے محققین نے آپ کو اپنا امام مان لیا ہے جب تک نہ اجتماع محققین کا ہوگا۔ یہ خطاب باجماع اہل عقل ناجائز و ناروا ہوگا۔ وہ فرماں روائے عہد شاہنشاہ کہلائے گا کہ بادشاہ جس کے فرمان پذیر ہو جائیں گے۔ ایک سید نے اپنے لڑکے کا نام میر شہنشاہ رکھ لیا یہ شہنشاہ صاحب کیونکر شاہجہان جہانگیر ہو جائیں گے اگر حضرت بفتحہ قاف ثانی بصیغہ تثنیہ امام المحققین کہتے تو ایک مامو م آپ ہوتے اور نرائن داس تنبولی دوسرا ہوتا۔ ساطع برہان کے تیرھویں صفحہ کی نویں سطر میں آپ لکھتے ہیں (ہمچنین بر افراط و تفریط توضیع را کار بند نشدہ اند کہ بداں حرف گیری تواند کرد) تو اند توانستن کے مضارع کی بحث

میں سے صیغۂ واحد غائب ہے فاعل چاہتا ہے خواہی معرفہ جیسے احمد محمود خواہی نکرہ
جیسے بہمان کسے یا شخصے مردے یا زنے اور اگر فاعل مذکور نہ ہو تو اُس صورت میں
تواں کرد چاہیئے کہ تواں مالم بسم فاعلہ ہے کرامت ہو تو مجھے حاصل نہیں۔ ہاں ازروئے
حُسن عقیدت کہتا ہوں کہ یا آپ نے یوں لکھا ہے کہ در کسے بداں حروف گیری تواند
کرد) یا تواند کی جگہ تواں رقم فرمایا ہے۔ دیکھئے آپ نے بیل کے جوئے کا بوجھ میری
گردن پر رکھ دیا۔ اور مَیں نے ایک بیل کا بوجھ پشت مُبارک سے اُٹھا لیا۔ اور اسد اللہ
داد خواہ جلد آ اور اپنی عرضی لا حضرت آیا اور عرضی لایا۔ پہلے پانچ کاغذوں کی نقلیں
علی الترتیب پڑھی جاویں پھر سر رشتہ دار صاحب بکمال امانت و دیانت عرضی سُناویں
نقل عبارت برہان قاطع۔ آب دہ دست بکسر وال ابجد وہائے ہنوز اشارہ
بحضرت رسول صلوات اللہ علیہ است خصوصاً و شخصے را نیز گویند کہ بزرگ مجلس
بود و آرائش صدر و زینت ازو باشد عموماً نقل عبارت قاطع برہان از خامی
عبارت چشم مے پوشم و مے خروشم کہ آب دہ دست مرکب از آب دہ کہ صیغہ امر ست
از دادن و دست کہ با وجود معانی دیگر مسند را نیز گویند معنی ترکیبی رونق دہندہ مسند
ہر آئینہ تا مسند را بطرف نبوت یا رسالت یا ہدایت مضاف نگرداند بمقام لغت فرد
نیارند بلکہ در مدح اکابر و صدور نیز بے اضافۂ لفظ امارت و شوکت و امثال اینہا نہ
نگارند کہ تنہا آب دہ دست افادۂ بمعنی شویانندۂ دست میکند۔ و آن خود اہانت ست
قبیح بیچارہ در نظم و نثر لغت آب دہ دست رسالت دیدہ است و نیمہ مضمون را لغت
اندیشیدہ است نقل عبارت ساطع برہان۔ آب دہ دست خدا نگند۔ کہ این
اعتراض از جانب مرزائے من باشد کو رسوائے ہیچو من گفتہ باشد۔ بخاطر داشت
آن درج کتاب کرد ورنہ این کنایہ قابل اعتراض نیست چہ آب دہ دست جملۂ ترکیبی ست
دست کہ در عربی و فارسی بمعنی مسند ست مضاف و مضاف الیہ کہ معنی محذوف باید
دانست بلکہ کلامی ست مستقل بترادف بالا دست مضاف و مضاف الیہ کہ معنی صدور
و مسند بزرگ قوم باشد۔ صاحب مؤید الفضلا در لغت فارسی ایک لغت را بہ سند کتاب

که آداب وقتیه باشد بهمین صورت وصحت بهمین معنی نگاشت و در مدار نیز و صاحب رشیدی
آورده که آب ده دست بمعنی بزرگ مجلس ومعنی ترکیبی آن رونق ده صدر مسند **قوله** بیچاره
در نظم ونثر لغت آب ده دست رسالت ویده ونیمه مضمون رالغت اندیشیده است
انتہا - **قول** جامع این کنایه را در نظم ونثر بے اضافۂ رسالت دیده است وہمچناں در رشتۂ
تحریر کشیده است خاقانی گوید **شعر**

دست آب ده مجاور انش      ارزن ده برج کوترانش

**تبصره** - پس گردان جناب اگر فراموش نکند در شرح کنایه ماہی چشمۂ حضرت در باب المیم
جویند که میگویند که آب ده دست استعاره برائے آنحضرت از خاقانی از رکاکت بنیت
دانائے بریں عقیدت که او را به پیمبرے برداشتند وباز به نسبت رکاکت سرنگون انداختند
**نقل عبارت برہان قاطع** ماہوچی شمۂ خضر کنایه از زبان ودہان معشوق ست
**قاطع برہان** ماہوچی شمۂ خضر کدام لغت ست من در کتاب منطبعه بدیں صورت
دیده ام **مصرعه**

قلندر ہر چه گوید دیده گوید

در ضمیر میگذرد که ماہی چشمۂ خضر خواہد بود وآن خود مضمونی ست بطریق استعاره بالکنایه
که سخنور بسا خون جگر خورده باشد تا در نظم ونثر خویش آورده باشد - پس ہر که این را
در گفتار خویش آرد سرقه خواہد بود واز لغات مستقله وکنایہائے مشہوره نیست که بکار
وبیران روزگار آید شیر خدا که ترجمۂ اسد اللہ است گوئی یکے از نامہائے جناب
ولایت پناه است صد ہزار کس در کلام خویش آورده باشد وسرقه نیست دکنی در بحث
شین مع الیا رشیرزه غاب اسم حضرت امیر علیه السلام نوشته وآن مضمونی ست که
خاقانی در قصیده قسمیه بہر سانده شیر شرزه خود صفتی ست عام که بر ہر مرد شجاع وسرہنگ
جنگ جو اطلاق تواں کرد وغاب بمعنی بیشه نیستان ست ہر آئینه این صفت نه سزاوار
شانِ اسد اللہی باشد خاقانی خود بطریق تنزل گفته است این چنین صفت اسم
کسیکه بعد از خدا ورسول او را به بزرگی تواں ستود چگونه تواند بود ہمچنین آب ده

دست در باب الف ممدوده اسم حضرت ختم المرسلین صلوات اللہ علیہ قرار داد دست
وایں لفظی ست در غایت رکاکت صفت لفظ پس غالب منع کرتا ہے برہان دکنی کو کہ
لفظ رکیک آن حضرت کے حق میں صرف نکر چنانکہ ہمدراں فصل مفصل نوشتہ ایم مقصود
ما ایں ست کہ چنیں مضامین لغت مستقل وکنایہ مقبول چرا قرار باید و جز در شرح اشعار
کہ حاوی ایں کلمات باشد چرا نگارش پذیرد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - آب
ترجمہ ماکا ہندی جس کی پانی اور بمعنی رونق ولطف بھی آتا ہے اور اسلحہ کی تیزی
اور جواہر کی صفائی کو بھی کہتے ہیں دست ترجمہ ید ہے جس کی ہندی ہاتھ اور بمعنی
قسم ونوع اور بمعنی مسند بھی مستعمل ہے ہم کو اس مقام میں آب بمعنی اور دست ہاتھ اور
اس کی ترکیب یعنی آب دست اور اس کی مقلوب یعنی دست آب کے باب میں کلام
ہے. آب دست بحرکت وسکون موحدہ عموماً ترجمہ غسالہ ید ہے اور خصوصاً وضو
کو کہتے ہیں تعمیم کی سند استاد کا شعر **شعر**

بے تکلف روبساقی کن اگر دل خستہ ... کابدست او شفا بخش ہمہ بیمار ہاست

تخصیص کی سند نام حق کی بیت **بیت**

آبدست و نماید باید کرد ... دل مقام گداز باید کرد

عرف میں آبدست کس عضو کے غسالے کو کہتے ہیں. ہم تو اتنا پوچھ کر چپ ہو رہتے
ہیں. پس آب دہ دست اور دست آب دہ کے معنی وضو کرنے والا اور ہاتھ دھونے
والا آب بمعنی رونق اور دست بمعنی مسند کا یہاں اوخسال محض جہل اور صرف
اہمال یہ تو میرا قول ہے کہ آب دہ دست رسالت رسول کو کہہ سکتے ہیں. ایک
بے ادب فقط آب دہ دست کہتا ہے اور ہم منہ تکتے ہیں منشی سعادت علی کو نہ علم
نہ فہم اس نے قباحت کو نہ جانا مرزا رحیم بیگ صاحب افسوس کی بات ہے تم نے
اس بیان خاص میں قاطع برہان والے کے قول کو کیونکر مانا ہے سراسر بے پردہ
اشرف الانبیا علیہ والہ السلام کی تذلیل اور توہے اور جو پیمبر کو ایسا کہے وہ مجموع
اہل اسلام کے نزدیک مرتد اور مردود و بے دین ہے. بلکہ مخالفین بھی جو مسلمان بنے

ہمیبر کو برا کہے اُس کو بُرا جانیں گے یقین ہے پس ہمیبر کا آب دہ دست نام رکھنے والا مورد لعنت اللہ و ملائکہ والناس اجمعین ہے خاقانی کے شعر کے لکھنے سے آپ کی کیا مراد ہے یہ شعر قطعہ بند اور اس کا پہلا شعر مجھ کو یاد ہے پہلے پوچھتا ہوں کہ دستِ آبدہ کا فاعل اور شین کا مرجع تم نے کس کو ٹھہرایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان اس میں بطریق مذکور یا مقدور کہاں پایا۔ جب اس مصرعہ کی رو سے مصرعہ

دست آب دہ مجاورانش

دست آب دہ ہمیبر کا نام قرار پایا تو دوسرے مصرع کے مطابق مصرعہ

ارزن دہ برج کوترانش

ارزن دہ کا خطاب بھی حضرت پر صادق آیا سبحان اللہ جہاں مصطفےٰ اور مجتبیٰ رحمۃ اللعالمین و خاتم المرسلین آپ کے القاب ہیں وہاں آب دہ دست بھی آپ کا لقب ٹھہرایا مزاجی میں ترک جاہل ہوں جا بجا ہے اگر مجھ کو گالیاں از روئے عتاب دو گے خدا کے واسطے ہمیبر کو کیا جواب دو گے بندہ پرور خاقانی کا شعر قطعہ بند ہے اور اس شعر کا پہلا شعر یہ ہے اشعار

روح از پے آبروئے خود را　　　خلد از پے رنگ بوئے خود را

دست آب دہ مجاورانش　　　ارزن دہ برج کوترانش

اوپر کے دونوں مصرعوں میں را کا لفظ زائد پہلا مصرع تیسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع چوتھے مصرع سے متعلق نثر اس کی فارسی میں یوں ہوتی ہے (روح از پے آبروے خود دست آب دہ مجاوران اوست و خلد از پی رنگ و بوئے خود ارزن و کبوتران اوست) یہ دونوں شعر کعبۂ معظمہ کی تعریف ہیں اور دونوں شینوں کی ضمیر بطرف کعبہ راجع اس اظہار کی تصدیق تحفۃ العراقین سے کیجئے اور ہندی کی چندی غالب سے سن لیجئے روح اپنی افزائش آبرو کے واسطے وضو کا پانی دیتی ہے کعبہ کے مجاوروں کو اور خلد اخذ رنگ و بو کے واسطے دانہ کھلاتا ہے کعبہ کے کبوتروں کو وضو کا پانی دینا اور کبوتروں کو دانہ کھلانا ادنی خدمت

ہے خدا کے واسطے مخدوم کونین کو خادم کہنا مدح ہے یا ندامت ہے یا ندامت ہے
معہذا خاقانی کے اِس مصرع سے دست آب دو پیمبر کو سمجھنا بے اعتنائی اور غفلت
ہے خاقانی کے روح کو آبدست دہ کا فاعل مانا تم نے پیمبر کو معاً اِس فعل کا فاعل
اور ایک فعل کا دو فاعل سے متعلق ہونا کیونکر جائز جانا۔ قافلہ شد۔ یعنی قافلہ رفت
یعنی قافلہ سالار رفت۔ یعنی رسُول مقبول رحلت کردیہ قاف مع الالف میں کلام
اُسی مستہن رسُول کا ہے دست آب کی دہ کی شرح میں تحقیر اور قافلہ شد میں استہزا
ہے برہان قاطع والا اگر یہ قباحتیں نہیں سمجھا ہے تو احمق ہے اور سمجھ کر لکھتا ہے
تو کافر مطلق ہے اب میرے خونناۂ زخم دل کی روانی اور قلم کی خوننابہ فشانی دیکھیے
تبصرہ مندرجہ حاشیہ ساطع برہان کے حق میں کیا فرماتے ہو اور اِس فقرہ اخیر کو
(بازور نشیب رکاکت سرانداختن۔) کس کا لکھا ہوا بتاتے ہو سُنو فخر الفضلا ختم
العلما امیر الدولہ مولوی محمد فضل حق رحمۃ نے ردّ عقایدِ وہابیہ میں بزبان فارسی
ایک رسالہ لکھا ہے اور اِس عہد کے علما کی اُس پر مہریں ہیں اُس رسالہ میں جناب
مولوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت کو قوت مجامعت بہت تھی
حالانکہ یہ امر واقعی ہے یا یہ کہے کہ آپ کی ردا میلی تھی اگرچہ اس وقت میں ہو لیکن چونکہ
ایک گونہ سوء ادب اور اہانت ہے حاکم اہل اسلام کو چاہیئے کہ اِس قول کے قائل کو
سزا دے اور اگر حاکم سزا نہ دے تو اہل شہر پر عزل حاکم واجب ہے اور اگر اہل شہر
ایسا نہ کریں تو وہ شہر دار الحرب ہے۔ پس بموجب فتوائے علمائے اسلام فقرۂ
مذکور کا لکھنے والا کفر میں شدّاد سے اشدّ اور کذب میں مسیلمۂ کذاب سے سوا
ہے۔ خیر۔ عقبیٰ میں وہ خالق کا مقہور اور دُنیا میں خلق کا مطعون ہوگا۔ مجھ کو کیا
مجھے تم پر ہنسی آتی ہے بعضی بات سمجھی نہیں جاتی ہے خاقانی روح کو آبدست دہ
مجاورانِ حرم کہتا ہے تم کہتے ہو کہ خاقانی دست آب دہ اسم پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم
کہتا ہے مولوی امام بخش نے تم کو بہت کچھ پڑھایا مگر طریقہ استنباط معنی نہ بتایا
میرے حق میں جو کہتے ہو خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا کہتے ہو میں نے اِس کے سوا (کہ

خاقانی بطریق تنزل گفتہ است) اور کیا کہا ہے جو مجھے بُرا کہتے ہو وہبھی ذکر شیرزہ
غاب اُس نے جناب امیر المومنین کے واسطے ایک لفظ سہل سرسری لِکھا میں نے
قبول نہ کیا۔ اور اُس کے قول کا تنزل ظاہر کر دیا۔ آنحضرت کو اُس نے آبدہ دست
یا دستیاب وہ کہاں لکھا اور کیوں لکھتا نہ احمق تھا نہ بے ادب جب اُس نے نہیں
تو میں اُس سے کیوں اُلجھوں اور کب اُلجھا نہ کج فہم ہوں۔ نہ مغلوب الغضب آبدہ دست
کے پردے کھُل گئے بے اضافہ آخر دست بمعنی مسند نہ آئے گا آبدہ دست ہاتھ دُھلانے
والا کہلائے گا ہاں ایک طور ہے تم نے اُس کو اور سے لِکھا ہے۔ میں بطریق ابلغ و
احسن لکھتا ہوں یعنی تخت اور رنگ سلاطین کے جلوس کے واسطے اور دسادہ و
مسند امرا کے جلوس کے واسطے موضوع ہے نظر اِس اصل پر سلطان کو زیب افزا
اور نگ بے اضافہ لفظ سلطنت اور امیر زینت بخش مسند بے افزائش لفظ امارت
لکھو انبیا خصوصاً سید الانبیا من پر کب بیٹھے تھے اُن کے غلاموں کو امارت ننگ
ہے اور زمزمۂ الفقر فخری بلند آہنگ ہے میرے خداوند کا فرش حصیر نمد گلیم
روائے صحابہ سطح خاک میں مومن مجرم اپنے اُس خداوند کو جس کی شان میں یہ مصرع
اگرچہ مدح مجمل ہے مصرعہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن قول فیصل ہے آبدہ دست و زینت بخش مسند کیونکر سمجھوں بلکہ مجموع اہل اسلام
بشرط فہم صحیح و طبع سلیم گوارا نہ کریں گے کہ وہ صفت عام جو دنیا داروں کے واسطے
ہے قبلۂ دین و دنیا پر صادق آئے گی اور اُس کے فضلہ خوار قابل خطاب نہیں۔
ایہا الاخ المکرم فضلہ خوار جواب ہے پس گردان جناب کا یہ کلمہ مستوجب عتاب نہیں
یقین کہ آپ نے اب تو از روئے دلالت لفظ و معنی جان لیا ہوگا اور اِس فقیر حقیر کو نظر
بہ قومیت ترک و پیشہ آبائی سپاہ گری عس المحققین خطاب دیا ہوگا۔ جاننا اس امر
کا کہ آبدہ دست میں اگر آب سے پانی اور دست سے ہاتھ مراد لیں تو ایسی کو اسم پیمبر
سمجھنا کتنی بے ادبی ہے اور اگر آب کو بمعنی رونق اور دست کو بمعنی مسند مانیں تو بے الحاق

لفظ نبوت و ہدایت حضرت کو اس ترکیب کا مشار الیہ سمجھنا کیسی بوالعجبی ہے آبادہ
دست رونق بخش مسند صفت ہے عموماً منعمان مالدار کی یہانتک کہ اس اصلاح سے
تعریف کر سکتے ہیں صرافان و ساہوکاران بلاد و امصار کی ہیں اب قطع کلام کرتا ہوں
اور آپ کو بکمال تعظیم سلام کرتا ہوں ہمیں کی تحقیر کو مسلم رکھتے ہو تم جانو اور سید ابرار
خاقانی پر بہتان کرتے ہو تم جانو اور وہ میدان معنی کا شہسوار مجھکو جس قدر تم نے
لکھا ہے یا کوئی اور لکھ رہا ہے اگرچہ وہ سب لغو اور جھوٹ ہے معقول اور راست
نہیں لیکن واللہ مجھکو عرصۂ محشر میں اُس کی بازخواست نہیں **شعر**

زمین عشق بکونین صلح کل کردیم　　　توخصم باش و زما دوستی تماشا کن

## (۱۳۱) مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

مخدوم مکرم مظہر لطف و کرم جناب مولوی صاحب اشرف الوکلا درویش گوشہ
نشین غالب حزین کا سلام آپکے عنایت نامہ کے درود سے میں آپ کا احسان مند
ہوا اور دل سے آپ کو دعائیں دیں کیوں حضرت آپ حیران ہوئے ہوں گے کہ
کہ یہ شخص اتنا فضول اور لغو کیوں ہے خط کے پہنچنے سے اظہار منت پذیری اگر
گزاف نہیں کیا ہے اب اِس خوشی اور دعائیں دینے کی وجہ سنیئے یعنی آپ کے
سبب سے میں نے اپنے والا برادر از جان عزیز تر بدل نزدیک و از دیدہ دور نامہربان
بخود مغرور میر قاسم علی خان کا رقعہ اپنے نام کا پایا اللہ اللہ اگر آپ باعث نہوتے
تو بھائی صاحب کا ہے کو مجھ کو خط لکھتے اُنہیں سے پوچھئے کہ کبھی تم نے اسد کو
خط لکھا ہے پس بعد از توضیح کے آپ کی تحریر کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ کا واسطے
اصلاح کلام کے رجوع کرنا میری طرف موجب نازش کا میرا طریق اِس فن خاص
میں یہ ہے کہ جو شعر بے عیب ہوتا ہے اُس کو بدستور رہنے دیتا ہوں۔ اور جہاں
لفظ کے بدلے لفظ لکھتا ہوں اُس کی وجہ خاطر نشان کر سکتا ہوں۔ تاکہ آیندہ صاحب
کلام اُس قسم کے کلام میں خود اپنے کلام کو مصلح رہے مطلع کا یہ مصرع مصرعہ

سرخوش و سرشار و مستم ملی

لسان فارسی میں سرشار صفت ہے پیالے کی معنی لفظی اس کے لبریز پس شارب کو لبریز کیونکر کہینگے اور یہ جو اردو میں مست و سرشار مترادف المعنی استعمال میں آتے ہیں امر جداگانہ ہے فارسی میں تتبع اردو کا ناجائز رند عالم سوز شعرائے عجم میں بمعنی رند بے نام و ننگ آیا ہے جیساکہ اُستاد کہتا ہے **مصرعہ**

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

حسن مطلع سست تھا۔ میر سد بر بادہ الخ بر شیشہ یہاں انسب ہے از لحد چون خاک کو جستن سے کیا علاقہ (نقد جاں را مہر بستم ملی) تعقید معنوی ہے طالب عہد الستم طالب عہد الست یعنی عہد الست کس سے مانگتا ہے ہاں سرخوش عہد الست بمحل و بموقع ۱۲ متوقع ہوں کہ میرا یہ رقعہ جو آپ کے نام کا ہے جناب میر قاسم علی خاں صاحب کو پڑھا دیجئے گا۔ اور اب جو آپ مجھے خط لکھیں۔ تو یہ بھی لکھیئے گا۔ کہ ہنوز وہ صدر امین ہیں یا ترقی کی اور صدر الصدور ہو گئے اور اگر ترقی نہیں کی کیا وجہ ۱۲+

(۱۳۲)

مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبد الرزاق صاحب شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچایئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیئے کہ مجھ کو باوجود شدّت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے چھاپے کے اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند ہیں **قطعہ**

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست + خود را بخاک رہگذر حیدر افگنم

منصور فرقۂ علی اللّہیاں منم + آوازہ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی یہ واقعہ یاد ہو تا کہ یہ مشاہدہ دلیل مودت روحانی ہے اخی مکرمی میر قاسم علی خاں کو سلام پہنچے سال گذشتہ کی طرح دلی آ کر مجھ سے بے ملے نہ چلے جایئگا

پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے۔ اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں۔ یہ رتبہ میری ارزش کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میں دخل و تصرف کروں بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدمہ سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی تو رواں ہے۔ اور یہ حال ہے شعر

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب  وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ تخصیص ہی نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں۔ جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط و مکاتب لکھے اور بھیجے تھے اُن میں جو صاحب الی الآن ذی حیات موجود ہیں اُن سے بھی عند الضرورت ہی زبان مروج میں مکاتب و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے پارسی مکتوبوں و رسالوں و نسخوں و کتابوں کے مجموع شیرازہ بستہ و چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی نثریں کو کون فراہم کرنے جائے جان کنی کے خیالات نے مجھ کو اُن کی تحریر و تعلق و بار سے ورت بردار آزاد و سبکدوش کر دیا۔ جو نثریں کہ مجموع و یکجا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آیندہ ہوں انہیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور میں اب انتہائے عمر ناپایدار کو پہنچکر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ در گور ہوں کچھ یاد خدا بھی چاہیئے نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اُس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قایم رہیگا۔ پس اُمیدوار ہوں کہ آپ اُنہیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اُردو سے سادہ و سرسری کو تا امکان غنیمت جانکر قبول فرماتے رہیں اور درویش دل ریش فرماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دُعا مانگیں اللہ بس ماسوا ہوس ۲ تعقیدی معنوی کو حضور خود جانتے ہونگے اِس کی توضیح و تفصیل میں تحصیل حاصل و تطویل لاطائل کی صورت نظر آتی ہے لہذا خامہ فرسائی بروئے کار

نہیں آئی ۱۲

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

(۱۳۳)

حضرت تین دوستوں نے مولف محرق پر جس کا نام صاحب تپ محرق رکھا گیا ہے۔ جوتی پیزار کی ہے ایک رسالہ جو موجود تھا۔ بھیجا جاتا ہے وہ دو نسخے بھی اگر ہم پہنچ گئے تو بھجوا دونگا غزل بعد اصلاح کے جاتی ہے طرز فقیر مبارک ہو ۔

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

(۱۳۴)

حضرت مطالب علمی و شرعی کا لکھنا موقوف سوال پر ہے جب حضور کی طرف سے کوئی سوال آئے گا بقدر اپنے معلوم کے جواب لکھا جائیگا۔ **شعر**

ہیں اپنے گنہ مزیل اُمید　　ایماں کہاں ہے ایک ڈر ہے

اِس شعر میں قصد اچھا ہے مگر بیان ناقص ہے مطلب تو یہ ہے کہ صرف خوف اصل ایمان نہیں رجا کا بھی شمول چاہیئے۔ اور یہ بات اِس تقریر میں سے نکلتی نہیں ۔

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

(۱۳۵)

پیر و مرشد **مصرع**

ایک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

یہ خبر ہے پہلا مصرع **مصرع**

ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے

یہ مبتدا ہے شب غم کا جوش یعنی اندھیرا ظلمت غلیظ سحر کا پیدا گویا خلق ہی نہیں ہوئی ہاں دلیل صبح کی بود پر ہے یعنی بجھی ہوئی شمع اس واسطے کہ شمع و چراغ صبح کو بجھ جایا کرتے ہیں۔ لطف اِس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کو دلیل صبح ٹھہرایا وہ خود ایک سبب منجملہ اسباب تاریکی کے پس دیکھا چاہیئے جس گھر میں علامت صبح موجب ظلمت ہوگی۔ وہ گھر کتنا تاریک ہوگا **شعر**

متقابل ہے مقابل میرا　　رُک گیا دیکھ روانی میری

تقابل و تضاد کو کون نہ جانیگا۔ نور و ظلمت شادی و غم و راحت و رنج و وجود و عدم

لفظ مقابل اِس مصرع میں بمعنی مرجع ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل
ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ ہم اور دوست از روئے خوئے و عادت ضد ہمدگر ہیں وہ میری
طبع کی روانی دیکھ کر رُک گیا۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے آپ اپنی طرف سے اِس کو
استصلاح سمجھتے ہیں۔ اور میں اِس کو اپنی جانب سے استفادہ جانتا ہوں والسّلام ۱۲

(۱۳۶)

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

فقیر اسد اللہ نے اِس کاغذ کے لفافے پر مرسلہ محمد عبدالرزاق جعفری الحیدری
اور ٹکٹ پر شاکر دیکھ کر دیر تک غور کی کہ یہ دو صاحب ہیں بعد تامل یاد آیا کہ مولوی عبدالرزاق
صاحب اسم شریف اور شاکر تخلص ہے غور کیجیے کہ نسیان کا کیا عالم ہے واللہ اگر مجھ کو
یاد ہو کہ سابق میں کوئی غزل آپ کی آئی ہو۔ یہ لفافہ لکھا ہوا یکم اگست سال حال کا کل
میں نے ڈاک سے پایا۔ آج غزل کو دیکھا کل یہ لفافہ روانہ کروں گا۔ شعر

کوئی آتا نہیں آگے ترے ہمتا ہو کر ‏ ‏ ‏ آئینہ جب نظر آیا ہے تو اندھا ہو کر

یہ مطلع دلنشین ہے مگر اتنا تامل ہے کہ آئینہ کو اندھا کہنا چاہیے یا نہیں شعر

مردم چشم سیہ جب نظر آتا ہے ترا ‏ ‏ ‏ بیٹھ جاتا ہے مرے دل میں سویدا ہو کر

مردم آنکھ کی پتلی مذکر نہیں۔ معشوق کی قید کیا ضرور دعوی حسن پرستی رہے۔
عموماً یہ خوب ہے۔ شعر

نظر آتی ہے جہاں مردمک چشم سیاہ ‏ ‏ ‏ بیٹھ جاتی ہے مرے دل میں سویدا ہو کر

شعر۔ حرمت مے کیلیے پیر مغاں کا ہے یہ حکم ‏ ‏ ‏ ریش قاضی کی رہے پنبۂ مینا ہو کر

یہ شعر بے لطف ہو گیا کس واسطے کہ جب قاضی کی ریش کہی تو وہ ایہام ریش قاضی کہاں
رہا ۱۲ کارگاہ ہستی میں الخ داغ سامان مثل انجم وہ شخص کہ داغ جس کا سرمایہ و سامان
ہو موجودیت لالہ کی منحصر نمائش داغ پر ہے ورنہ رنگ بو اور پھولوں کا بھی لال ہوتا
ہے ۱۲ بعد اِس کے یہ سمجھ لیجیے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے۔ دہقان
کو جو تخم بونے پانی دینے میں مشقت کرنی پڑتی ہے اور ریاضت میں لہو گرم ہو جاتا
ہے مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجود محض رنج و عنا ہے مزارع کا وہ لہو جو کشت وکار

میں گرم ہوا ہے وہی لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے حاصل موجودیت داغ اور داغ مخالف راحت اور صورت رنج غنچہ تا الخ کلی جب نئی نکلے بصورت قلب صنوبری نظر آئے اور جب تک پھول بنے برگ عافیت معلوم یہاں معلوم بمعنی معدوم ہے اور برگ عافیت بمعنی مایۂ آرام مصرع

برگ عیشی بگور خویش فہرست

برگ اور سر و برگ بمعنی ساز و سامان ہے خواب گل شخصیت گل باعتبار خموشی و برجا ماندگی پریشانی ظاہر ہے یعنی شگفتگی وہی پھول کی پنکھڑیوں کا بکھرا ہوا ہونا غنچہ بصورت دِل جمع ہے باوصف جمعیت دِل گل کو خواب پریشان نصیب ہے ہم سے رنج الخ پشت دست صورت عجز۔ اور خس بدندان و کاہ بدندان گرفتن بھی اظہار عجز ہے پس جس عالم میں کہ داغ نے پشت دست زمین پر رکھ دی ہو اور شعلہ نے تنکا دانتوں میں لیا ہو ہم سے رنج و اضطراب کا تحمل کس طرح ہو قبلہ ابتدائے فکر سخن میں بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا۔ چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا ؎

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا     اسد اللہ خاں قیامت ہے

۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس میں بڑا دیوان جمع ہو گیا۔ آخر جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دور کیا اوراق یک قلم چاک کئے۔ دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوان حال میں رہنے دیئے ۱۲ بندہ پرور اصلاح نثری کی ضرورت نہیں آپ کی انشا کی یہ روش خاص دلچسپ اور بے عیب ہے اِس وضع کو نہ چھوڑیو اور جو میرا تتبع اور مجھ پر توجہ منظور ہو تو پنج آہنگ وغیرہ میری مصنفات کو بامعان نظر و صرف ہمت ملاحظہ فرمایئے اور مشق بڑھایئے چشم بد دور طبیعت حضور کی نہایت عالی اور مناسب اِس فن کے ہے۔ میں آپ کی رسائی ذہن اور قوت قلم سے اُمید قوی رکھتا ہوں کہ عنقریب بہت خوب لکھیئے گا۔ میرے اور تمام دوستوں کے فخر اور دشمنوں کے رشک ہو جائیگا۔ اِن ہذا من برکۃ العلم یا مولانا و بالفضل والکمال اولانا ۱۲ +

(۱۳۷)



قبلہ و کعبہ فقیر پا در رکاب ہے سہ شنبہ چار شنبہ اِن دونوں دنوں میں سے ایک دِن عازم رامپور ہونگا۔ تقریب وہاں کے جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجیں۔ مکان کا پتہ لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس لبِ اصلاح بھیجا جاتا ہے حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اُٹھاتا ہوں حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست غمگسار یار وفا شعار علامۂ روزگار ختم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاءہ و زاد علاءہ کہ مجھ سے ملنے کو غمخانے پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین کی عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر بے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور طب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم و بیان کے آپ کی صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے مبارک ہو نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات عجز و نیاز لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیگا ۱۲ +

(۱۳۸)



قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سنئے نقش فریادی الخ ایران میں رسم ہے کہ دادخواہ کاغذ کے کپڑے پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلود کپڑا بانس لٹکا کر لیجانا بس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی ہے کہ جو صورت تصویر ہے اُس کا پیرہن کاغذی ہے یعنی ہستی اگرچہ مثل تصاویر اعتبار محض ہو موجب رنج و ملال و آزار ہے شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنی شوق سر و سامان کا دشمن ہے دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی میں ننگا پڑا پھرتا تھا۔ تصویر کے پردے میں بھی ننگا ہی رہا لطف یہ ہے کہ مجنوں کی تصویر باتن

عریاں ہی کھینچتی ہے جہاں کھینچتی ہے زخم بے داد الخ یہ ایک بات میں نے اپنی طبیعت سے نئی نکالی ہے جیسا کہ اس شعر میں **شعر**

وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکشا کہیئے  نہیں ذریعۂ راحت جراحتِ پیکاں

یعنی زخم تیر کی تو ہیں بسبب ایک رخنہ ہینے کے اور تلوار کے زخم کی تحسین بسبب ایک طاق سا کھل جانے کے زخم نے داد نہ دی. تنگیٔ دل کی یعنی زائل کیا تنگی کو پرفشاں بمعنی بیتاب اور یہ لفظ تیر کے مناسب حال معنی یہ کہ تیر تنگیٔ دل واد کیا دیتا وہ تو خود تنگ مقام سے گھبرا کر پرفشاں اور سراسیمہ نکل گیا نامہ غالب کا مکتوب علیہ رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے دس برس سے اندھا ہو گیا ہے کتاب پڑھ نہیں سکتا سُن لیتا ہے عبارت لکھ نہیں سکتا لکھوا دیتا ہے بلکہ اُس کے ہموطن ایسا کہتے ہیں کہ وہ قوت علمی بھی نہیں رکھتا اوروں سے مدد لیتا ہے اہل دہلی کہتے ہیں۔ کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اس کو تلمذ نہیں ہے اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو اُن کا شاگرد بتاتا ہے میں کہتا ہوں کہ وائے اُس ہیچ و پوچ پر جسکو صہبائی کا تلمذ موجب عز و وقار ہو رسالہ اُس کا مطبع برہان دلی پہنچکر ڈھونڈونگا اگر مل گیا تو خدمت میں پہونچے گا جناب مستطاب میر قاسم علی خاں صاحب صادق القول ہیں میرے گھر آئے ہونگے دروازہ نہ پایا ہوگا۔ مگر ایک خدشہ ہے کہ حضرت میں اور میرے بھائی مرزا علی بخش خاں میں بہت ربط و اتحاد تھا اور وہ مرحوم خدا ایش بیامرزاد کذب و گزاف میں ضرب المثل تھا اس تصور سے اگر میں اس جملے کے سچ جاننے میں تامل کروں تو میرا تامل بیجا نہ ہوگا۔ بہر حال اُن کو میرا سلام کہیئے گا ۱۲ سیلاب چین ایک لفظ ہے۔ ہندیاں فارسی کا اصل لغت چلپی اور یہ لغت ترکی ہے معہذا احباب آسمان جنبک کہ آسمان کو بحر یا دریا نہ کہیں جناب آسمان نہ مقبول نہ مسموع ہے اگر فتحہ الف کا اشباع جائز ہو ورنہ دنات پروری کی جگہ ادنیٰ پروری بہتر ہے بلکہ دنات یا دنائت بہر حال صفت ہے پروس موصوف کی چاہیئے نہ صفت کی والسّلام

(١٣٩)

قبلہ آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ۸ رجنوری جنوری کو فقیر دلی پہنچا تھا۔ کاماندہ
خستہ رنجور ہنوز افاقت کلی نہیں پائی آج صبح دم ہوا بند ہے دھوب تیز ہے پشت
با آفتاب تکیہ کے سہارے سے بیٹھا ہوا یہ سطریں لکھ رہا ہوں غزل پہنچتی ہے۔
گوندہیں لتھڑ کر ایک ٹکڑا کاغذ کا الگ ہو گیا ہے حضرت باحتیاط اُس کو لفافے
سے نکالیں **بدیت**

ہے تمہارا آفتابہ آفتابِ آسمان ۔ دیکھ لو اپنی چلمچی میں حباب آسمان

اگر پسند آئے تو اس مطلع کو یوں رہنے دیجئے مولوی نظام الدین گنجوی علیہ الرحمۃ
کا ایک شعر طالب علموں کے ہاتھ پڑا اُنہوں نے از روے قواعد نحو اُس میں کلام
کرنا شروع کیا مولوی کے پاس جب وہ کلمات پہنچے تو فرمایا کہ یارانِ شعر را بمدرسہ
کاربرد و صاحب یہ فرماتے ہیں کہ مجموع پہلا مصرع مبتدا نہیں ہو سکتا اُن سے
پوچھا چاہیئے کہ کیا آپ اُسی پہلے مصرع سے (ظلمتکدہ میں میرے) اس کو مبتدا
اور (شب غم کا جوش ہے) اس کو خبر ٹھہراتے ہیں پس اگر یوں ہے تو بھی مدعا حاصل
ہے دوسرا مصرع دوسری خبر سہی آخر یہ بھی تو مسلمات فن نحو میں سے ہے۔ کہ
ایک مبتدا کی دو بلکہ زیادہ خبر ہو سکتی ہیں۔ ہاں ایک قاعدہ اور ہے یعنی جملہ فعلیہ
کے ماقبل جو عبارت ہوتی ہے اُس کو مبتدا نہیں کہتے اس مطلع کا مصرعہ ثانی
جملہ اسمیہ ہے اپنے ماقبل مبتدا کو قبول کرتا ہے اگر ہم نے نظر اس دستور پر
مصرع اوّل کو مبتدا کہا تو بھی قباحت لازم نہیں آتی بہر حال جو وہ صاحب اسی
پہلے مصرع کو قرار دیں وہ مجھے قبول ہے۔ مگر شعر میرا مہمل نہیں زیادہ اس سے
کیا لکھوں بھائی میر قاسم علی خاں صاحب کو بندگی ۱۲

## (١٤٠) مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل کے نام

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ

سلام مسنون الاسلام کے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر وسعادت
ہے وو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ اور
پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں
جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن باانیہمہ اُس
کے پڑھنے میں بہت تکلیف کرنی پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی
نہیں چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ
میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا۔ اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی ہو جائے۔ آپ خود
دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دیجائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجے اُس
میں اُس میں بین الافراد و بین مصرعہا فاصلہ زیادہ چھوڑئے اب کے خط میں جو کاغذ
اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی
جگہ معدوم آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور یہاں دونوں کے بعد
اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا۔ اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجے گا
کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کونسی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ
یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر غزلخوانی کر لیتے
ہیں وہاں کے مصرعہ طرحی کو کیا کیجیے گا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا میں
کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔
اس کو دوام کہاں کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو اب کی ہو تو آیندہ نہ ہو والسلام مع الاکرام

(۱۴۱)

قبلہ آپ کو خط بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب
سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی اور ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے
ہیں پوسٹماسٹر میرا آشنا ہے مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام
اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں
لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا یہ اب کے آپنے حکیم کالے کا نام

کیسا لکھا ہے اِس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف
نہیں ہوا جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوں کا جواب کہاں تک
لکھوں میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے جب مطلب
ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے
قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اِس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا
جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ سو اُس
کا جواب لکھ چکا تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خاں صاحب کا میرے یہاں آنا اور میرا اُس
وقت مکان پر موجود نہ ہونا واللہ مجھکو بڑا رنج ہوا اگر آپ سے ملیں تو میرا اسلام کہیے گا
اور میرا ملال اُن سے بیان کیجیے گا صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں ظاہرا مولوی صاحب
اول روز آئے ہونگے ۔ جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر رہتے
ہیں ۔ مولوی صاحب بیٹھے حقہ پیتے اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں ۔
زیادہ اِس سے کیا لکھوں ۱۲ +

(۱۴۲)

آداب بجا لاتا ہوں ۔ آپ کا نوازشنامہ پہنچا غزلیں دیکھی گئیں فقیر کا قاعدہ یہ ہے
کہ اگر کلام میں اسقام و اغلاط دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں ۔ اور اگر سقم سے خالی
پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا ۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اِن غزلوں میں کہیں اصلاح
کی جگہ نہیں ۱۲ +

(۱۴۳)

سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمر ہائے بیش رس کا بھیجنا نوید ہزار گونہ
میمنت اور شادمانی ہے ۔ یہ ثمر رب النوع اثمار ہے اِس کی تعریف کیا کروں کلام اِس
بات میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اہدا کا آپ کو خیال آیا پروردگار آپ کو بااین ہمہ
رواں پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن جون دوپہر کے
وقت کہار پہنچا اُسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے دیکر روانہ ہو گیا

یہاں سے اُس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے ۱۲

(۱۴۴)

حضرت کیا ارشاد ہوتا ہے آگے اِس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے۔ وہ دو دن کے بعد اصلاح دیکر بھیج دیئے خط ڈاک میں تلف ہو جائے تو میرا کیا گناہ آج آپ کا یہ خط صبح کو آیا مَیں نے آج ہی دوپہر کو دیکھ کر لفافہ لکھ کر ڈاک میں بھجوا دیا۔ اب پہنچے یا نہ پہنچے دو باتیں سُنیئے طرح بسکون رائے قرشت بمعنی قریب ہے۔ لیکن اُردو میں یہ لفظ مستعمل نہیں وہ دوسرا لفظ ہے طرح بحرکت رائے ثرقت بروزن قرح اسکو بسکون رائے مہملہ بولنا عوام کا منطق ہے ہاں غزل طرح کی زمین طرح کی یہ بسکون اور بمعنی روش و طرز و طرح ہے بفتحتین جناب مولوی احمد حسن صاحب کو میرا سلام پہنچے ۱۲

(۱۴۵)

صاحب وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے مجھ کو پہنچا اور میں نے اُس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار قلم انداز کیا فارسی کیا لکھوں یہاں ترکی تمام ہے اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہوں اِس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں مرنا سر پر کھڑا ہے پا بر کاب ہوں طرح بالفتح بمعنی نمونہ اور بمعنی قریب سچ لیکن طرح بفتحتین اور چیز ہے غیاث الدین رامپور میں ایک ملائے مکتبی تھا۔ لاعاقل جس کا ماخذ اور مستند علیہ قتیل کا کلام ہوگا۔ اُس کا فن لغت میں کیا فرجام ہوگا مصرع

کیستم من کہ تا ابد بزیم

لاحول ولاقوۃ یہ مصرع میرا نہیں تا ابد بزیم یہ فارسی لالہ قتیل کی ہے۔ میرا قطعہ یہ ہے ؎

| | |
|---|---|
| چون نظیری نماند و طالب مرد | کیستم من کہ جاوداں باشم |
| مرد غالب بگو کہ غالب مرد | دہ بگویند در کہ ایں سال |

یہ مادہ تاریخ از روئے نجوم نہیں بلکہ از روئے کشف ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

(۱۴۶)

پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگذاری میں حاضر اور غیر حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اُس کو بجالاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میری وسع قدرت سے باہر ہے اِس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ ورد دِل لکھا ہے جِس نے کبھی غزل نہیں لکھی خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لیکر میرا کلام گمان کیا ہے ہر چند میں نے خیال کیا اِس زمین میں میری کوئی غزل نہیں دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کر اُس کو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی سنیئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجئے مصرع

اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

میں نے کہا لاحول ولا قوۃ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت اِسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا شعر

اسد اِس جفا پر بتوں سے وفا کی — مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سُن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اُس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت اسد اور شیر اور بُت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے بھلا اِن دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے۔ وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واللہ وہ شعر خدنگ زنگ کے قافیہ کا میرا نہیں ۱۲۔

(۱۴۷)

حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا سال گذشتہ اِن دنوں میں رامپور تھا مارچ سنہ ۱۸۶۶ء میں یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے آپ کا خط پایا ہے آپ نے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا حق تعالیٰ والی رامپور کو صد وسی سال سلامت رکھے اُن کا عطیہ ماہ بماہ مجھ کو پہنچتا ہے کرم گستری و اُستاد پروری

کر رہے ہیں میرے رنج سفر اُٹھانے کی اور رامپور جانے کی حاجت نہیں خلیفہ حسین علی
صاحب رامپور میں مجھ سے ملے ہونگے مگر واللہ مجکو یاد نہیں نسیان کا مرض لاحق ہے
حافظ کو نذر کرو شامہ ضعیف سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ
کم ہوگئی ہے مصرع

پیری وصد عیب چنین گفتہ اند

بہر حال چونکہ میں دلّی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے پیام جو
اُن کی زبان کے محول تھے بدستور اُن کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہنچے یہ شہر
بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ کتاب فروشوں سے کہدونگا۔ اگر میری
نظم ونثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائیگا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیج دیا
جائے گا۔ مصرع

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت

ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب والغارت کچھ میرا کلام موجود ہے اس سے یہ
غزل لکھوا کر بھیجدونگا ۱۲ +

(۱۴۸)

جناب قاضی صاحب کو بندگی پھونچے عنایت نامہ کے ورود نے شادمان کیا
مگر مبہم جو نگارش پذیر تھے انہوں نے حیران کیا ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا
مشتاق ہوں آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا اہدا کو دوام کیا ضرور ہے
خصوصاً جبکہ بذات خود حادث ہو حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور
جو کچھ ہے وہ خشک اور بے مزہ ہے آم کہاں سے ہو نہ جھاوٹا نہ برسات
دریا پایاب ہوگئے کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو جناب
اس کا خیال نہ فرماویں اپنے کشف کو غلط کردوں گا پرشگال آئندہ تک جیونگا
اب کے مون بھی آم کھاؤں گا +

(۱۴۹)

قاضی عبد الجمیل کے نام

جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ
آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں اصل صاحب فراموش ہیں ہوں بیس دن سے پانوں پر ورم
ہو گیا ہے کف و پاپشت پا سے نوبت گزر کر پنڈلی تک آماس ہے جوتے میں پاؤں
سماتا نہیں بول و براز کے واسطے اٹھنا دشوار یہ سب باتیں ایک طرف درد محلل
روح ہے ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس تین
برس میں ہر روز مرگ نو کا مزہ چکھتا رہا ہوں حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست
کی نہیں پھر میں کیوں جیتا ہوں روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے
جس طرح طائر قفس میں. کوئی شغل کوئی اختلاط کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں
کتاب سے نفرت شعر سے نفرت جسم سے نفرت روح سے نفرت یہ جو کچھ لکھا ہے
بے مبالغہ اور بیان واقع ہے مصرع

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم

(۱۵۰)

قاضی عبد الجمیل کے نام

قبلہ مجھے کیوں شرمندہ کیا میں اس ثنا اور دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ
ہے بروں کو اچھا کہنا اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں ۱۲

(۱۵۱)

قاضی عبد الجمیل کے نام

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے مکرمی مولوی غلام غوث خاں
صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے اب میں تندرست ہوں پھوڑا پھنسی
کہیں نہیں مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ضعف کیونکر نہ ہو برس
دن صاحب فراموش رہا ہوں ستر برس کی عمر میں جتنا خون بدن میں تھا
بے مبالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا سن کہاں جو اب پھر تولید دم
صالح ہو بہر حال زندہ ہوں اور ناتواں اور آپ کی پرسشہائے دوستانہ کا
ممنون احسان والسلام مع الاکرام ۱۲

(۱۵۲)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی تفقد نامہ مرقوم ۲۱ ستمبر میں نے پایا حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانوں مثلاً لٹ جائے آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولت خانہ سلامت ہاں وہ جو آپ نے ابن الخال کا اُس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے البتہ بجا ہے جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اُس کا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھ لے گا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے محکمہ صدر امین و سشن جج میں کام کریں گے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور رہوں زندہ بدستور ہوں دیکھیے کب بلاتے ہیں۔ اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام بالوف الاحترام ۱۲ ✣

(۱۵۳)

جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا بات یہ ہے کہ جو آئین شائستہ مدح میں ہے اب رنجور نہیں تندرست ہوں۔ مگر بوڑھا ہوں۔ جو طاقت باقی تھی۔ وہ اِس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں۔ بمصرع

یکے مردہ شخصم بمردی رواں

اِس مہینے یعنی رجب سنہ ۱۲۸۰ھ سے سترواں برس شروع اور اسقام و آلام کا آغاز ہے لا موجود الا اللہ ولا موثر فی الوجود الا اللہ ۱۲ ✣

(۱۵۴)

قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے خدا حضرت کو سلامت رکھے دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالہ کر دی ہے خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتواں گویا نیم جان رہ گیا ہوں ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئی کام دُنیا کا نہیں کیا افسوس ہزار افسوس ۱۲ ✣

(۱۵۵)

جناب عالی وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں میں جانے والا ہوں۔ یعنی عدم مدعا یہ کہ گم ہو گئی ۱۲ *

(۱۵۶)

پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اِس در کا فقیر تکیہ دار ہوں مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رامپور آیا میں کہاں اور بریلی کہاں ۱۲ راکتوبر کو یہاں پہنچا بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں خود اِس نمائش گاہ کی سیر میں جس کو دُنیا کہتے ہیں۔ دِل بھر گیا۔ اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں الا الہ الا اللہ لاموجود الا اللہ لاموثر فی الوجود الا اللہ *

## مولوی عزیز الدّین کے نام

(۱۵۷)

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دلّی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی قاسم خاں کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے اگر آبادی ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین کی حویلی اسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالیشان انگلستان تشریف رکھتے ہیں ضیاء الدین خاں اور اُن کے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو میں لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اُڑتی ہے آدمی کا نام نہیں تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی اُس کے پاس اور لکھمی کی دُکان پر اِس اشتہار کو بھیجا بیگم لاہور گئی ہوئی ہے لکھمی کی دوکان میں کتے لوٹتے ہیں مولوی صدر الدّین صاحب لاہور ہیں ایزد بخش تراب علی اِن لوگوں سے میری مُلاقات نہیں میں نے آپ مُہر کر دی حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریبہ اُن کی مُہریں ہو گئیں محضر آپ کے

پاس بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو
ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے۔
آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو آپ اُن سے میرا سلام نیاز کہیے اور
خط کے پہنچنے کی اُن کو خبر پہنچائیے۔

## مفتی سیّد محمدؐ عبّاس کے نام

(۱۵۸)

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا میں نے اُس کو حرز بازو بنایا آپ کی تحسین میرے
واسطے سرمایۂ عز و افتخار ہے فقیر اُمیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ سرسر
دیکھا جائے نہ پیش نظر و ہرار ہے بلکہ اکثر دیکھا جاوے میں نے جو نسخہ وہاں بھجوایا
ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہوں نہ مجھے اپنی بات کا پچھ ہے دیباچہ
و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں طرز
عبارت کی داد جدا چاہتا ہوں نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گذارش لطافت سے
خالی نہ ہوگی علم ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گذاری ہوں
مبدء فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی
کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی
مزہ ابدی لایا ہوں مناسبت خداداد تربیت اُستاد حسن و قبیح ترکیب پہچاننے لگا
فارسی کے غوامض جاننے لگا بعد اپنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔
قاطع برُہان کا لکھنا کیا ہے گویا باسی کڑھی میں اُبال آیا لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت
کا ہدف ہوا ہے یہ ننگ مایۂ معارض اکابر سلف ہوا ایک صاحب فرماتے ہیں
کہ قاطع بُرہان کی ترکیب غلط ہے عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع
برہان ایک نمط ہے برہان قاطع نے کیا لیٹھا، نینو، نین سکھ قطع کیا ہے۔ جو
آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا ہے برہان جب تک غیر کی کسی برہان کو قطع نہ کریگی

کیونکر برہان قاطع نام پائے گی برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا۔ وہ قاطع برہان کی صحت کے ثبوت کے کام آئیگی قطعہ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا گہنا ہے جناب نواب صاحب کا نیازمند اور بندۂ فرمان بردار ہوں بعد عرض سلام شعر کے پسند آنے کا شکرگذار ہوں آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دُکان بے رونق ہے۔

## (۱۵۹) خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر کے نام

قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور میں اُس کا جواب لکھنا بھول گیا کل دوسرا خط آیا مگر شام کو اُسی وقت پڑھ لیا آدمی کے حوالہ کیا اُس نے آج صبحدم مجھکو دیا میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر معنوں کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا والی رامپور کو خدا سلامت رکھے اپریل مئی ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور آیا جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے آج جمعہ ۷ رجولائی ہے معمول یہ ہے کہ دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے میں نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اُس کا جواب آگیا اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا دِل اِس فن سے نفور ہے دو ایک دوستوں کے پاس اُس کی نقل ہے اِن کو اِس وقت کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا کل اور اگر کل آیا پرسوں بھیج دونگا بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاء الدین خاں نے اُس کی نقل اُن کو بھیجی یہ بھی دیوان پر نہیں چڑھاتا مسودہ بھیجتا ہوں تقدیم و تاخیر مندسوں کے مطابق ملحوظ رہے گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں معہذا امراض و آلام روحانی۔

## قصیدہ

| | |
|---|---|
| تجلی کہ ز موسی ربود ہوش بطور | بہ شکل کلب علی خاں دگر نمود ظہور |
| خجستہ سرورِ سلطان شکوہ را لازم | کہ رشک بر کلہش وارد افسر مغفور |

هوائے لطف وی از جان خور برد سوزش ‌‌ ‌ نگاه قهر وے از روئے مہ رباید نور

دمِ نگارش وصفِ کلام شیرینش ‌ جو خیل مور رود در ورق حروف سطور

فضائے رزمگهش شاہراہ قهر غضب ‌ بساط بزمگهش کارگاه سور و سرور

بخوان شرع بهیں هم نوالۂ شبلی ‌ به بزم عشق مهیں هم پیالۂ منصور

نه روئے رابطۂ حسن ماهتاب جمال ‌ بحسب ضابطۂ جاه آفتاب ظهور

بحکم مرتبه او حاکم و فلک محکوم ‌ زراه قاعدهٔ شرع آمرست او مامور

جو آبِ سیل روانے کہ ایستد بمغاک ‌ بود همیشه به فنجان وی شراب طهور

زہے وزیر و خہے شهریار دانادل ‌ تو شاہ کشور حسنِ خرد ترا دستور

بنائے منظر جاه ترا اصل معمار ‌ ثوابتِ کره چرخ هشتمی مزدور

ثنا اگر تو سکندر به بارجائے جلال ‌ قفا خور تو ارسطور بدرس گاهِ شعور

برائے بزم نشاط تو شمع چوں ریزند ‌ به پیه گاو بکار اندرند وی کافور

ز فیض نسبت خلقِ تو عنبر سارا ‌ بجائے موم برآید ز خانۂ زنبور

بدیں خرام و بدیں قامت و بدیں رفتار ‌ زبهر فاتحه آئی اگر بسوئے قبور

جهان جانی و جانِ جهان عجب نبود ‌ که از درود تو هر مرده رقص اندر گور

به پیشگاه تو زانوہے زند انصاف ‌ که اے برحم و کرم در جهانیان مشهور

در انتقام کشتے شیوهٔ کرم مگذار ‌ برآر کام دلِ بدسگال از ساطور

تو ئی بفضل فزائنده عروج علوم ‌ توئی بعلم کشاینده عقود صدور

صریر خامۂ من بین که میربا یدِ دل ‌ چنان که از لب داؤد استماع زبور

سواد صفحۂ من بین و تابش معنی ‌ عیان چو شمع فروزنده در شب دیجور

اسیر زندهٔ دل آن والیِ ولایت نظم ‌ به گنج خانه گنجه نظامیش گنجور

عذوبت مهر و طلوع مه دو هفته بود ‌ رسیدن تو بدین اوج لعا آں مغفور

جواو بزیر زمین رفت آن ولایت یافت ‌ تو باش والی روئے زمین قرون و دهور

بانجمن نرسیدم زنا توانائی ‌ وَلے بغرض ثنا و دعا ئیم معذور

بخاک پای تو گر دستگاه داشتمی
بنودمے بغم دوری درِ تو صبور

من آن کسم که ز افراط ورزشِ اخلاص
بغیبت است مرا دعویِ دوام حضور

توئی رحیم دل و من سقیم دوری به
مبادر نجه شوی از نظارهٔ رنجور

کنی بدستِ تہی پر زکیسهٔ دلاک
دمے به نسیه بسے تنگتر زدهٔ مور

کمی زماده کرم از شما بلا تشبیه
زکردگار بود روز و شب زبہ قصور

نظر به خستگی و پیری و تہیدستی
قبول کردن تسلیم من خوش است از دور

شعار غالبِ آزاد خیر و دعا نبود
که باد سعیِ دعاگوئے در دعا مشکور

بہر تا بود آئیں که در نوا آرند
رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور

به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج
نسیم عطر فروش از شمیم طرهٔ حور

محب ز لطف تو بالنده چوں نوا از ساز
عدو ز بیم تو نالنده چوں خرِ طنبور

## غزل

هم انا الله خواں درختی را بگفتار آورد
هم انا الحق گوی مردی را بسر دار آورد

ایکه پنداری که ناچارست گردش در روش
نیست ناچار آنکه گردوں بر رفتار آورد

نکته داریم و با یاراں نمیگوئیم فاش
طالبِ دیدار باید تابِ دیدار آورد

آن کند قطع بیاباں ایں شگافد مغزِ کوه
عشق ہر یک را بطرز خاص در کار آورد

جذب شوقش بیں که در ہنگام برگشتن ز دیر
در قفائے خویشتن بت را برفتار آورد

دانها چوں ریزد از تسبیح تاری بیش نیست
ایں مشعبد ہر گاه از سبحه زنار آورد

آه ما را بیں که نازد از دلِ سختش خبر
باورا نازم که ابر از سوئے کہسار آورد

نزد ما حیف است کو نزد زلیخا میل باش
جذبه کز چاه یوسف را ببازار آورد

ہر انارے را که افشاریم از وے خوں چکد
ہر نہالے را که بنشانیم دل بار آورد

نیست چوں در منطقش جز ذکر شاید حرف و صوت
شاہدی باید که غالب را بگفتار آورد

(۱۶۰)

قبلہ آپ بے بشک ولی صاحب کرامت ہیں کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ ایک امر جدید مقتضی اس کا ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع دوں خانہ کاہلی خراب آج لکھوں۔ کل لکھوں اب کون لکھے کل صبح کو لکھوں گا صبح ہوئی غالب اس وقت نہ لکھ سہ پہر کو لکھیو آج دو شنبہ ۲۳ جولائی کی بارہ پر دو بجے ہرکارہ نے آپ کا خط دیا پلنگ پر پڑے پڑے خط پڑھا اور اسی طرح جواب لکھا اگرچہ ڈاک کا وقت نہ رہا تھا۔ مگر بھجوا دیا کل روانہ ہو رہیگا آپ کو معلوم رہے کہ منشی حبیب اللہ ذکا اور نواب مصطفیٰ خاں حسرتی کو کبھی اردو خط نہیں لکھا ہاں ذکا کو غزل اصلاحی کے ہر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح سے آگہی دیجاتی ہے نواب صاحب کو یوں لکھا جاتا ہے کہار آیا خط لایا آم پہنچے کچھ بانٹے کچھ کھائے بچوں کو دعا بچوں کی بندگی مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام یہ تحریر اس ہفتے میں گئی ہے غرض کہ عامیانہ لکھنا اختیار کیا ہے اب عبارت جو تم کو لکھ رہا ہوں یہ لائق شمول مجموعۂ نثر اردو کہاں ہے یقین جانتا ہوں کہ ایسی نثروں کو آپ خود نہ درج کریں گے کتاب کے باب میں سرمد کی رباعی کا شعر اخیر لکھ دینا کافی ہے

شعر۔ عالم ہمہ مرآت جمال ازلی ست
می باید دید و دم نمی باید زد

بوستان خیال کا ترجمہ موسوم بحدائق الانظار معرض طبع میں ہے اگر آپ یا آپ کا کوئی دوست خریدار ہو تو جتنی مجلد فرمایئے اسقدر بھجوا دوں چھ روپے مع محصول ڈاک قیمت ہے اسی مطبع میں جس میں حدائق الانظار کا انطباع ہوا ہے اخبار بھی چھاپا جاتا ہے اب کے ہفتہ کے دو ورقہ بھیج دونگا بشرط پسند آپ توقیع خریداری لکھ بھیجیے گا۔

جناب کیمسن صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجھ کو آیا کچھ اردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا اس کا جواب لکھ بھیجا نظم و نثر اردو طلب کی تھی مجموعۂ نظم بھیج دیا نثر کے باب میں تمہارا نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا کہ مطبع الہ آباد میں وہ مجموعہ چھاپا جاتا ہے بعد انطباع و حصول اطلاع وہاں سے منگا کر بھیج دونگا زیادہ حد ادب نامہ جواب طلب ۞

بندہ گنہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پہ مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں **شعر**

بایدکہ کنیم ہزار نفریں برخویش ۔ اما بزماں عبادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب قرابت آپ کو اور باندازہ مہر و محبت مجھ کو وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پر مہربان تھا۔ حق تعالےٰ اُس کو اعلیٰ علیین میں بسبیل دوام قیام والے رامپور ہی میں تھا۔ کہ اودہ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فیروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اس کو کہتے ہیں جدت طرز اس کا نام ہے جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال میں نہ گذرا تھا وہ تم بروئے کار لائے خدا تم کو سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی جامع برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے تو اب اس خط کا جواب جلد بھیجو تاکہ یہ طریقہ مسلسل ہو جائے ۱۲ *

# غزل

چشم کہ بازش زخواب فتنہ از و بیجا رسوست ۔ پردہ ز رخ کہ برکشاد مہر زشرم زرد روست

رفت خود بآب رفت عارض شرمگیں کہ شست ۔ غرقہ آب حیرت است آئنہ باکہ روبروست

جامہ کہ کرد زیب تن صبح دریدہ پیرہن ۔ بند قبا کہ بستہ است نکہت گل بہ بند اوست

غازہ برخ کہ برکشید رنگ بروئے گل شکست ۔ ابرو کیست وسمہ تاب گردن خلق تیغ جوست

دست کہ در حنا گرفت لالہ ز رنج خوں نشست ۔ چشم کہ مست سرمہ گشت ناطقہ سرمہ در گلوست

جام صبوحی کہ زد شیشہ بسجدہ میرود ۔ مے زلب کہ کام یافت جوش نشاط در سبوست

چہرہ زمے کہ برفروخت نشاء شوق شد بلند ۔ زلف کہ بوئے فشاند موج نسیم مشکبوست

تیغ نگہ کہ آب داد گشتہ فگار سینہا ۔ نوک مژہ کہ تیز کرد دامن زخم بے رفوست

غنچہ زخندہ لب بلب رنگ تبسم کہ دید ۔ در گہر آبرو نماند لعل کہ گرم گفتگوست

حرف گلہ کہ بر شکست شیشۂ دل شکستہ شد ۔ قامت خود کہ راست کرد نخل مراد در نموست

موئے کمر کہ تاب دادر شتۂ جاں زہم گسیخت — دامن ناز را کہ ہشت خاک زمیں بآبرو ست
بر سرِ زمیں کہ برنشست رفتہ زکف عنان صبر — سوئے چمن کہ میرود باد صبا برفت و روست
بخت کجاست بیخبر تا برکاب او دوم — بر سرِ رہ نشستہ ام نیم نگاہم آرزوست

(خواجہ غلام غوث خاں بہادر بے خبر کے نام)

(۱۶۲)

قبلہ پیری و صد عیب ساتویں دھاکے کے مہینے گن رہا ہوں قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہوگیا ہے مہینہ بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمعہ دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشاء حیات ہے غذا کم ہوتے ہوتے اگر مفقود نہ کہو پھر گرمی نے مار ڈالا ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جس کی شدت سے بھنا جاتا ہوں اگر چہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت نہیں جانتا ہوں کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں ۱۲ میرے ایک رشتہ دار کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ایک دو ورقہ اس کا نہ بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہوں آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ آپ کے پسند آئے یا اور اشخاص خریدار کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے ۔

(خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام)

(۱۶۳)

اِس خط کا جواب جو مکتوب الیہ نے لکھا وہ بھی میرے ہاتھ آگیا تھا ناظرین کے حظ کے لئے یہاں لکھے دیتا ہوں حضرت آج علی الصباح میں گورکھپور کے میدان میں خیمہ کے اندر اکیلا بیٹھا تھا چلیں جو چاروں طرف کے دروازوں کی چھٹی تھیں صاف قفس کی صورت تھی ہر سمت کو دیکھتا تھا اور تنہائی سے گھبر اگھبرا کر یہ مصرع پڑھتا تھا۔ مصرعہ

ہائے تنہائی اور کنج قفس

دفعۃً ہٹو بڑھو کا غل ہوا حیرت میں آیا کس کی سواری آتی ہے دیکھا تو دیکھا کہ شوق اور تمنا اور محبت اِن سارے حشم و خدم کا آگے آگے اہتمام ہے اور پیچھے اُن کے

حضرت توسن ہمت کو کُداتے پھنداتے چلے آتے ہیں پھر تاب کسے تھی بے اختیار دوڑا
خیمہ سے باہر آیا جھک کر آداب بجا لایا رکاب تھام کر گھوڑے سے اُتارا قدم لیئے
خیمے میں لے گیا مسند پر بٹھایا صدقے میں اپنے کو اُتارا دونوں زانو ادب سے سامنے
بیٹھا ہاتھ باندھ کر مزاج مقدس پوچھا جواب میں علالت کی کیفیت ضعف کی شکایت
سُن جی کُڑھا نصیب دشمنان کہکر دعا دی کہ پروردگار ہمیشہ صحیح وسلامت رکھے
حضرت کی عمر اتنی بڑھ جائے کہ خضر کو رشک آئے اِدھر اُدھر کا مذکور رہا ارشاد ہوا
کہ میں نے دہلی پہنچکر تجھے ایک خط بھیجا تھا عرض کیا کہ اُس کے ورود سے مشرف
ہوا تھا۔ جواب لکھنے میں رامپور والے عریضہ کی رسید کی راہ دیکھتا تھا اس میں اِس
سوال کا ذکر آیا جو اُس عریضہ میں ایک شعر کی نسبت لکھا تھا حضرت نے فرمایا اُسی کو
دیکھ رہا تھا۔ کہ خاص تراش آگیا اور حارج ہوا یہ سُن کر میں نے مُنہ بنا کر کہا اِس وقت
میں نہ ہو اور نہ حجام کی خوب حجامت کرتا کہ اُس نے میرا حرج کیا حضرت نے تبسم کر کے
فرمایا اُس بیچارے پر کیوں دق ہوتے ہو میں اب جاتا ہوں اور تیرے عریضہ کو
دیکھ کر سوال کا جواب لکھتا ہوں۔ یہ کہکر حضرت تشریف لے گئے جبتک سواری نظر
آیا کی میں دروازہ پر کھڑا حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کیا پھر غمگین خیمے میں آکر بیٹھا
اور یہ اشعار کسی کے برمحل یاد آگئے اُنہیں کو پڑھ رہا ہوں **اشعار**

این نیست کہ از راہ وفا آمدہ رفتی — شد راہ غلط ورنہ چرا آمدہ رفتی
چنداں ننشستی کہ شود غنچہ دل وا — چوں بوے گل و باد صبا آمدہ رفتی
چوں عمر کہ ہر گہ بسر آید برود زود — خود بر سر این بے سر و پا آمدہ رفتی

(۱۶۴)

خریدار ہے ۱۲ +

(۱۶۵)

مولانا بندگی آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک توسن
ہمت پر سوار چل دیا ہوں جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤنگا مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہنچونگا

اور کب پہنچے گا اتنا بیخود ہوں کہ جبتک تم اطلاع نہ دو گے میں نہ جانوں گا۔ کہ کہاں پہنچا
اور کب پہنچا آپ کا پہلا خط رامپور سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط رامپور پہنچا
میں وہاں بھی نہ تھا خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا
اُس حال میں بیمار تھا معہذا جاڑے کی شدت مہاوٹ کا مینہ دھوپ کا پتہ نہیں پردے
چھٹے ہوئے نشیمن تاریک آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں خط
لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اِس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل
کر دیا جانتا تھا۔ کہ خواجہ صاحب مغفور تمہارے ماموں ہیں مگر اُن کے اور تمہارے معاملات
مہر و ولا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دلنشین نہ تھے ایسے
محب کا فراق اور پھر بقید۔ دوام کیونکر جاں گزا نہ ہو حق تعالےٰ اُن کو بخشے اور تم کو صبر
دے حضرت میں اب چراغ سحری ہوں رجب ۱۲۸۲ھ حال کی آٹھویں تاریخ
سے اکھترواں سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب حواس مفقود امراض مستولی
بقول نظامی مصرعہ

یکے مردہ شخصم بمردی رواں

آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص تراش آ گیا مہینہ بھر سے حجامت نہیں بنوائی
خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں ؂

## (۱۶۶) مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

قبلہ اُس عنایت نامے کا جو مارچ گذشتہ میں پایا ہے آج یکم اپریل کو جواب لکھتا
ہوں گویا نماز صبح قضا پڑھتا ہوں جناب مولوی غلام غوث خان بہادر میر منشی
لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کا کیا کہنا ہے حسن سیرت وہ جو بعد ریاضت شاقہ
اور بعد تحصیل فضائل اربعہ ملکہ عدالت و حکمت حاصل ہوتا ہے اِس دانا دل بیدار
مغز کو فطرت و حیا ہے حسن صورت وہ کہ جو دیکھے پہلی نظر میں حسن خلق لطف
طبع اُس کو نظر آئے فقیر ہمیشہ مورد اعتراضات رہا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ

بعد دو چار دن کے معترض صاحب کا خط آیا ہے لغت و ترکیب معترض فیہ کی سند کے اشعار حضرت نے اُس خط میں درج کئے ہیں اللہ اللہ جو کلکتہ میں شور نشور اٹھا تھا میرا شعر شعر

جزوے از عالم و از ہمہ عالم بیشم ہم چو موئے کہ بتاں را زمیاں برخیزد

خستہ جرا تھا ئے اعتراض ہوا ہے منشاء اعتراض یہ کہ عالم مفرد ہے اُس کا ربط ہمہ کے ساتھ بحسب اجتہاد قتیل ممنوع ہے قضارا اُس زمانہ میں شاہزادہ کامران دُرانی کا سفیر گورنمنٹ میں آیا تھا۔ کفایت خاں اُس کا نام تھا۔ اُس تک یہ قصہ پہنچا اُس نے اساتذہ کے اشعار پانچ سات ایسے پڑھے جس میں ہمہ عالم ہمہ روز و ہمہ جا مرقوم تھا اور وہ اشعار قاطع برہان میں مندرج ہیں ہاں صاحب قاطع برہان میں اور مطالب بڑھائے اور ایک دیباچہ دوسرا لکھا ہے اور درفش کاویانی اس کا نام رکھا اور اس کو چھپوایا ایک مجلد اُس کا آج اِس خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجتا ہوں بعد پہنچنے کے اُس کو دیکھئے گا اور اگر وقت فرصت پیش نظر رکھئے گا اور جس دن پہنچے اُسی دن یا اُس کے دوسرے دن رسید لکھئے گا اور اگر اور صاحب اُس کے طالب اور خریدار ہوں تو مجھکو لکھئے گا دس پانچ دو چار جلد بھیجونگا یہ نسخہ میری طرف سے اُن کی نذر غزل پھر بھیجوں گا ۱۲؂

## (۱۶۷) خاتمہ مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امور دینی میں کسی امر کا شہود اور مصالح دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود بلکہ اگر مثل اسم اعظم فرض کیجئے تو اُس کی بھی نمود جب تک اِس لطیفہ غیبی کا شمول نہ ہو عالم امکان میں ممکن نہیں مسائل حکیمانہ کی ہستی ترہات ندیمانہ کی ہستی درد و درماں کے مدارج کا اظہار افسانہ و افسون کے مقاصد کا مدار شکر و شکایت کا عنوان نفرین و آفرین کا بیان رد و قبول کی حکایت فتح و شکست کی روایت صرف و نحو کی رازدانی نثر و نظم

کی گلفشانی جو کچھ اگلوں نے کہا ہے جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے جو کچھ آگے کہیں گے
اور قیامت تک کہتے رہیں گے جو کچھ متعلق نیک و بد و نو دھن سے ہے والبستہ
نطق و دشمن سے ہے اب سمجھئے کہ سخن از روئے مثل کیا ہے چشمہ ہے ندی ہے سیل
ہے دریا ہے کیسی روانی کس زور کا پانی اس کا چڑھاؤ اس کی رفتار اس پر کس کا زور
کس کا اختیار جدھر منہ کیا ادھر ایک نالہ بہا دیا دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے
کہ کسی کے ہاتھ میں ہو ہاں اہل خرد کو اٹھا لینا چاہیئے جو لطف جس بات میں ہو یہ
مثنوی کہ مجموعۂ دانش و آگہی ہے اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں لیکن فی الحقیقت
ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بھی ہے سخن ایک معشوقۂ پری پیکر ہے تقطیع
شعر اس کا لباس اور مضامین اس کا زیور ہے دیدہ وروں نے شاہد سخن کو اس
لباس اور اس زیور میں روکش ماہ تمام پایا ہے اسی رو سے اس مثنوی نے شعاع
مہر نام پایا ہے کہیں یہ نہ سمجھنا کہ یہاں مہر سے مراد آفتاب ہے یہ شعاع اس مہر
کی ہے کہ جو ذرۂ خاک راہ بو تراب ہے سچ تو یوں ہے کہ سخنور روشن ضمیر مہر چہر
مرزا حاتم علی مہر کو سخن طرازی میں ید بیضا ہے اور از روئے انصاف اس طرح سے
کہ نہ ادھر سے لاف نہ ادھر سے گزاف سچ سچ صاف صاف یہ مہر اپنے ہم نام
مہر سپہر کا ہمچشم اور ہمتا ہے سب جانتے ہیں کہ غالب کا شیوہ درویشی و آزادروی
ہے مہر کے حسن گفتار اور میرے صدق اظہار پر برہان قاطع یہ مثنوی ہے
میں فن تاریخ معما سے بیگانہ ہوں صرف حسن خدا داد معنی کا دیوانہ ہوں مثنوی کی
طرز تحریر لپذیر ہوئی اس سے یہ تقریظ دلپذیر تحریر ہونی چاہیئے یوں کہ کوئی کاتب
کسی وقت میں اس تقریظ کو مثنوی سے جدا نہ کرے ہاں گنجائش اس کی ہے کہ
کسی زمانہ میں سہو و غفلت سے یہ امر واقع ہو یہاں ہم کہتے ہیں کہ خدا نہ کرے ۱۲

## (۱۶۸) گلزار سرور تصنیف مرزا رجب علی بیگ سرور کی تقریظ

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں تعالی اللہ کیا حیرت افزا قدرتیں ہیں

جو حدیقۃ العشاق کا فارسی زبان سے اُردو عبارت میں نگارش پاتا ہے بعینہٖ ارم کا زمین دینا سے اُٹھکر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جاتا ہے وہاں حضرت رضوان نخلبند و آبیار ہوئے یہاں مرزا رجب علی بیگ سرور حدیقۃ العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے کس سے کہوں کہ اِس بزرگوار کا اُردو کی نثر میں کیا پایہ ہے۔ اور اِس سحر بیان کا کلام شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے **نظم**

رزم کی داستان گر سنئے ۔۔۔ ہے زبان ایک تیغ جوہر دار

بزم کا التزام گر کیجے ۔۔۔ ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجھ کو دعویٰ تھا کہ انداز بیان کی خوبی میں افسانہ عجائب بے نظیر ہے جس نے میرے دعویٰ کو اور افسانہ عجائب کی عجائب یکتائی کو مٹایا وہ یہ تحریر ہے کیا ہوا کہ ایک طرح اور قماش کے ہیں یہ دونوں دلفریب نقش ایک ہی نقاش کے ہیں مانا کہ ایک دوسرے کا ثانی ہے یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے مانی نقاش بے معنی صورتیں بنا کر دعویٰ پیمبری کا کرے کیا عقل کی کمی ہے یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعویٰ خدا نہ کرے کس حوصلہ کا آدمی ہے سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالی شان مہاراجہ ایشری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرائیش کے کارفرما ہوں اور پھر اُس پر طرہ یہ کہ چشم بد دور مرزا سرور چمن آرا ہوں کہیئے وہ باغ کیسا ہوگا۔ بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول وہ سبکسر کیوں ہے بے دیکھے بھالے حضور کا ثناگستر کیوں ہے صاحبو حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ اُس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں رستم سے کہاں شکست کھائی ہے جو اُس کی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معہذا جناب بابو صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسدہ نرائن بہادر کا مورد عنایت رہا ہوں جن دنوں وہ دلّی تشریف لائے ہیں اکثر شریک صحبت رہا ہوں جب ناشناسائی و بیگانگی درمیان نہ ہو اُن کا نیازمند کیوں ثناخواں ہو نہیں نہیں میرا کیا منہ ہے ثناخوانی کا میں تو عاشق ہوں اُن کی شاعر پروری و سخندانی کا واقعی

حضور نے قدر دانی کی ہے سرور نے گہر افشانی کی ہے حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی سرور کی خوش قسمتی یقین ہے کہ یہ نقش صفحہ روزگار پر یادگار رہے گا۔ مصنف کا شہرہ رنگین بیانی میں مہاراجہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رہیگا ۱۲۔

## (۱۶۹) حدایق الانظار تالیف خواجہ بدرالدین خاں کا دیباچہ

سُبحان اللہ شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال مشاہدہ اُس کا نور افزائے نگاہ تصور اُس کا انجمن افروز خیال آرزو سے لفظ اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس ناطقہ کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہو تو ہم اُس صورت میں یہ کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا اِس لعبت دلفریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہوجاتے اور یہ پیکر ہوش رُبا دیکھ کر اہل معنی یکقلم صورت پرست ہوجاتے نظم میں اور ہی روپ نثر میں اور ہی ڈھنگ فارسی میں اور ہی زمزمہ اُردو میں اور ہی آہنگ سیر و تواریخ میں دیکھو جو تم سے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا ہو افسانہ و داستان میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو نہ سُنا ہو ہرچند خردمند بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہونگے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل میں قائل ہونگے کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں ناانصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوائے سیمرغ اُس کو لپنے گھونسلے میں اُٹھالائے پرورش کرکے پہلوان بنائے آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے زال اِس اسم بامسمی کو بلائے سیمرغ گردان کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کرکے ایک تیر دوشاخہ دیکر تشریف لیجائے رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب چشم بددور جوان ہو دیو سفید کو تہ خاک کرے فرعون کا دعویٰ خدائی مشہور ہے شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست

حمزہ دیوکش رستم جی سا قزاروین اور ایک زمرد شاہ گمراہ دعویٰ خدائی کرنے والا مثل
نمرود گڑھ لیں گویا ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر اچھا بنایا ہے اُنہیں روایات کا چربا
اُٹھایا ہے موعظت و پند نہیں ترہات نہ یمانہ ہے سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ
ہے داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لئے اچھا
فن ہے عمرو کی عیاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان حکایات کا
کوئی سخنور ایران کا ہے مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم موتمن الدولہ اسحٰق خاں کا ہے
گویا باغ ارم کو ہندوستان میں اُٹھا لایا اُس نے بوستان خیال میں کچھ اور تماشا دکھلایا
اور قصص میں سے ایک جلد ہے معز نامہ واہ ری بزم و رزم و سحر و طلسم اور
حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ معز الدین کے طلسم کشائیاں اگر سُنیں امیر حمزہ کی یہ صورت
ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھریں اور کہیں پتا نہ پائیں ابو الحسن کی عیاریوں
کے جوہر اگر دیکھیں خواجہ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں
دریں ولا امیر برادر زادہ سعادت توامان خواجہ بدر الدین خاں عرف خواجہ امان کہ وہ
ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کی تحصیل میں سختی کش و سخت
کوش ہے ستار کا جو خیال ہوا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا مصوری
کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اُس کو دیکھ کرمانی و بہزاد کو حیرت آئی اُس
اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا معز نامہ کی فارسی نثر کے اردو کرنے پر آمادہ ہوا معز الدین
فیروز بخت کی کشور کشائیاں ابو الحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں عجائبات حکیم قسطاس
کی حیرت فزائیاں ملکہ نوبہار کی رنگین ادائیاں جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں
صار منکوس منحوس کی بیحیائیاں مسلمین اور کفار کی لڑائیاں مسلمانوں کی بھلائیاں
کافروں کی بُرائیاں فارسی سے اُردو میں لے آیا ہوں تصور کرو کہ قلمرو اُردو میں
ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ روح افزا سر تا سر بنایا عبارت آرائی کو ترک کیا
ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے
دیباچہ لکھنے کی آرزو کی میں نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی بیداد گر

نے ایک بات نہ سنی اور ایک عذر نہ مانا بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھتیجا اور پیارا بھتیجا ناچار بجز خامہ فرسائی کچھ بن نہ آئی اس دیباچہ کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا اُسی شعر شعری شعار کو خاتمہ میں لکھ دیتا ہوں بہت تنگ آگیا ہوں اب دم لیتا ہوں **شعر**

شکر کہ این نامہ بعنوان رسید — بیشتر از عمر بپایاں رسید

ومن اللہ التوفیق و ہو خیر الرفیق ؞

## (۱۷۰) رسالہ قواعد تذکیر و تانیث مولوی فرزند احمدؐ کا دیباچہ

سیدی سندی نور بصر و لخت جگر قرۃ العین اسد مولوی فرزند احمدؐ کے طول عمر و دوام دولت و بقایائے اقبال کی دعا مانگتا ہوں جن کو مبدٔ فیاض سے اس رسالہ کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سُبحان اللہ تانیث و تذکیر کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہرچند اس راہ سے کہ سید صاحب دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہ ہونے کے خود معترف ہیں لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبوں کے دل کی دوسرے کو کیا خبر مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہیں دعا یہ ہے اور یقین بھی یہ ہے کہ یہ رسالہ صفحہ دہر پر یادگار اور ہمیشہ منظور نظر اولوالابصار رہے گا۔ جو صاحب اس کو مطالعہ فرمائیں گے نفع بھی پائیں گے اور لطف بھی اُٹھائیں گے مؤلف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے ہیں رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا اور حضرت فلک رفعت مولوی سیدّ صاحب عالم صاحب مارہروی کے نواسے ہیں سید واسطی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ان حضرات کا مادح گویا اپنا ثنا خواں ہے جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے **شعر**

ما دح خرشید مداح خود ست　　　که مرا دو چشم مرنا مر مدست

# مرزا کلب حسین خاں بہادر نادرؔ کے مجموعۂ قصائد کا دیباچہ

سُبحان اللہ شاہد سخن کمال حُسن میں لاثانی ہے سچ تو یوں ہے کہ یوسف کنعان معانی ہے کنعان ہو کنواں ہو کارواں ہو کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو زلف ویسی ہی مُعنبر عارض بدستور تابدار لب کی جان بخشی کا وہی عالم چشم اُسی طرح بیمار معہذا جو سلطنت مصر کے زمانے کا خیال تصور میں لائیگا وہ آفتاب تاباں کو حضرت یوسف کا ادنیٰ ذرہ پائیگا لو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں اور حسن پرستان سخن کے واسطے نوید سراسر اُمید لائے ہیں۔ سُنی سُنائی نہیں کہتے نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپ ہو رہتے امید یہ کہ دانشمند آدمی باور کریں اور دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن کنعان و چاہ و کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تخت فرماں روائی مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسفِ حُسن کی سرکار میں نوروز ہوا ہے غالب آشفتہ تواسن اس ورق کے ناظر بی جب تک زمزمہ نہ جانیں گے تیری بات کبھی نہ مانیں گے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالی جناب والا دودمان مرزا کلب حسین خان ڈپٹی کلکٹر بہادر کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو اُنھوں نے اِن اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے دیباچہ نگار نے اُس مجموعۂ نظم کو مصر فرض کیا اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے جس کتاب میں آئمہ معصومین علیہم الصلواۃ والسّلام کی مدح کے ننا قصیدے زینت اوراق ہوں سوا دان اوراق کا کیوں نہ سرمۂ چشم اہل دین ہو اور وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوئے مومنین آفاق ہوں اپنے علو رتبت پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستایشگر ہوں اور بذریعہ اس ستایش کے غالب پر غالب یعنی آپ سے بہتر ہوں *

## (۱۷۱) منشی غلام بسم اللہ صاحب کے نام

منشی صاحب شفیق مکرم مظہر لطیف و کرم منشی غلام بسم اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مفتوح باد صاحب یہ نیا ڈھنگ ہے شکایت کا اگر تمہارے کلام میں اصلاح کم ہو تو وہ کلام کی خوبی ہے اُس کو اُستاد کی سہل انکاری کیوں سمجھوں آپ کے منصف صاحب کی بھی غزل میں اصلاح کم ہوئی ہے پس اِن کو چاہیئے کہ خوش ہوں نہ کہ مجھ سے گلہ کریں سُنئے حضرت خط میں تداخل بُرا ہے اگر یہاں کی ڈاک میں کبھی خط کھل گیا تو مجھ سے پچاس روپے لئے جائیں گے یا قید کا حکم ہوگا۔ آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجئے اِس باب میں تاکید جانئے کوئی حیلہ جواز کا آپ طرف سے مسموع نہ ہوگا ۱۲

## تقریظ از فکر سرآمد روزگار خلاصۂ دوار سرمایۂ بلاغت وپیرایۂ فصاحت مدقق دقایق اوق حکیم غلام مولا خاں المتخلص بہ قلق ساکن میرٹھ دام فیوضہٗ

رباعی۔ تا کے بخیال خویش باشی دربند | فرعون زخودی نشد بہ موسیٰ مانند
این نکتہ قلق زمردم چشم آموخت | خود را مپسند دیگراں را بپسند

مشتاق بے تاب جستجو کہ مردہ تاب فرسا اور منتظران چشم درراہ کو صلائے شکیب ربا یاراں معاشر کو پیغام صبوحی اور مہجوران نیم جان کو نوید روحی دل کو ہوش جان کو نوش چشم کو جلا گوش کو نوا حواس کو درستی ہوش کو چستی عقل کو افزائش فہم کو گنجایش مستوں کو ترانہ ناہیدوں کو فسانہ ناتوانوں کو توانائی ناشکیب کو شکیبائی شوق کو انتہا ذوق کو ابتدا بے خبر کو خبر تلاش کو اثر مہیا یعنی ملفوظات اقدس اور معروضات مقدس رقعات مرغع مرقعات موقع سرجوش فیلسوفی ورندی الموسوم بہ عود ہندی نہایت اہتمام بالبستہ اور انتظام شائستہ سے مطبع مجتبائی میں یہ کتاب

چھپی اور حضرت جامع کی جانب سے عبارت خاتمہ کے لئے بعد اختتام اس ناتمامی سرانجام سے فرمایش ہوئی رباعی

کیا نامۂ نامی ہے مہیائے ظہور ۔ ہے چشمک ہر نقطہ کہ چشم بد دور
اللہ ری کیفیتِ لفظ و معنی ۔ وہ آنکھ میں ہے نور تو یہ دل میں سرور

سبحان اللہ سبحان صلِ علیٰ صلِ علیٰ جی چاہتا ہے تا طاقت گفتار اس طلسم دلکش کی تعریف کیا کیجئے مگر فراوانی اقبال قبول اور طغیانی ایصال وصول گرم نگاہ تحصیل حاصل بہتر کہ اُپچ کی نہ لیجئے مصرعہ

حاجتِ مشاطہ نیست روی دلآرام را

گو میں بھی یک زبان صد بیان طریقہ ستایش سلیقہ نو آئین لوا خاطر لیسٹ۔ یدِ دلی دردمند جگر خراش آما جانِ خروش نوا ذوق غسک ریز شوق قباحت خیز ادائے ہوش ربا انداز تاب فرسا نمک گداز شیرینی حلاوت پرواز تمکینی رکھتا ہوں اور ایک عمر دلی کے روڑوں میں سنگسار رہا ہوں بلکہ وہاں کی مٹی ہوا ہوں اُن کا نقش پا ہوں شعر

گر بسخن در آور دم عشق سخن سرائے را ۔ از بر و دوش سر وہی گریہ ہائے ہائے را

مگر تم ہی کہو کہ ایسا شخص جس کے سایہ پر شمع طور پروانہ اور اُن کی وارستگی پر فیلسوف دیوانہ فطرت سے فطرت ناز بردار لیاقت سے لیاقت شرمسار شوخی سادگی شعار چابکی سے چابکی خود رفتگی شعار طبیعت سے ملکیت بہرہ مند ملکیت سے بشریت ارجمند طریقہ سے طریقہ خضر آشنا سلیقہ سے سلیقہ برگزیدگی ربا انداز سے انداز ادب آموز ادا سے ادا بہرہ اندوز شیوہ بیانی سے شیوہ بیانی منت کش سحر زبانی اعجاز وش مرکز ناز و نیاز مدار سوز و ساز طالب مطلوب مطلوب طالب اغنی اسد اللہ خاں غالب دوام دوامہ اقام مقامہ کس زبان سے سراہا جاوے اور کیا منہ ہے جو اُس کی بات لب تک آوے فی الواقع اُس کی ستایش نا ستودگی خود ستائی اور اُس کی نمایش بہبودگی خونمائی ذرہ کو بار یابی

در خورشید دشوار اور قطرہ کوتہ نشینی دریا ناہموار سبزۂ بیگانہ اور بہار افروز
گلستان سنگ ریزہ ویرانہ اور ارزش اندوز کان بہر کیف وضع ادب خم آموز گردن
ابرام اور پاس نگاہ حد دید ہ دوز مقام الزام **مثنوی**

لکھے کیا کوئی اوج فکر غالب
تو ایمان سب کا ہو غالب کو آمین
اگر روشن بیانی وہ دکھائے
قم عیسیٰ صریر خامہ اس کی
جو زہر خندہ اسکے لب پہ جا پائے
تو دریا تک سے عار قطرگی ہو
سخن کا مجملاً ہو اس کے کیا ذکر
فلک دے داد اور مجھ سے زبان لے

بیان سے دور حرف ذکر غالب
عجب انداز نکتہ پروری ہے
تو مہر و مہ کو نظروں سے گرائے
طبیعت کا جو پائے اس کے انداز
تو نیش درد نوش جان بن جائے
نہیں اسکا سخن میں کوئی ہمدوش
ہر اک نقطہ ہے جس کا محشر فکر

سخن رانی اگر ہووے کوئی دین
کہ ہر نقطہ کتاب دلبری ہے
سواد قدرش شکل نامہ اس کی
نزاکت کو کیا کیا ناز پر ناز
اگر یہ خود سری کا مدعی ہو
کہ اک حرف اسکا اور معنی صد آغوش
کھلے جب مرتبہ رتبہ کا اس کے

لیکن شایان تعریف اور سزاوار توصیف مغتنم زماں دبیر
نکتہ رواں دانا دل دانش نور نگاہ بینش شان شکوہ ہمندی شکوہ شوکت پسند ہی کمند
آسمان مکین سپند چشم خردہ بین تمغائے خانوادہ شرافت طغرائے امضائے نجابت
سر دفتر سخن آرایاں منشی محمد ممتاز علی خاں صاحب خاص روسائے میرٹھ دام اللہ
اجلالہ وزید افضالہ ہے کہ حضرت کی نیابت قدر و جلالت امتیاز ہر وقت خطوط
بے ربط سے شکل اقلیدس پرداز رہتی ہے خس و خاشاک صحن باغ ان کی تربیت
خاص سے دوش صبا پر سوار اور ذرہ ہائے گوشہ راغ ان کی انجلا آموزی محض
سے محشر خورشید زار بے استفادہ درستی حال تحریک رشک سنگ فریاد
شکست شیشہ اور بے استصلاح فساد امتیاز قوت نامیہ نبات متہم شاخچہ بندی
دستہ تیشہ یکے قوت ممیزہ حجت گریہ بے اختیاری شمع میں مکافات نیش زنبور
سے اثر افروز اور دلیل بیداری نرگس میں رسوائی غفلت انگور سے پرہیز آموز
خاک تیرہ سامان جوہر صفا طلبگار اور ہوائے شکستہ عنان کو تحریک نقاب

## آموزگار مثنوی

| | | |
|---|---|---|
| نہ ہے کارسازیِ حسن تمیز | عزیز جہاں ہے یہ خوئے عزیز | یہ روشن کرے چاہے جسکا کلام |
| کہ حسن نظام اس کا ماہ تمام | کرے جس کا آراستہ یہ سخن | تو دم اسکے لے اُڑ کے رنگ چمن |
| ہوا کامیاب اس سے سب کا کلام | نظامی ہے بہر نظام کلام | یہ جس حرف کو دیوے رنگ ادا |
| ارم اس پہ ہو بلبل مدعا | جو خط جبیں کو یہ ترتیب دے | تو روشن سوادی قدم چوم لے |

قال ہرزہ درائی و آشفتہ نوائی قلق ناسنجیدہ بیان کج مج زبان کا یہ کہ اس ستودہ کیش قدر اندیش نے کس عمدہ عنوان سے فضلِ طبیعت میرزا غالب یعنی خطوطہائے پریشان اُردو زبان کو روح روان اور مغز جان بنا دیا اور کس عبارت بے سروپا سے کیسا باغستان معنی کھلا دیا حق یہ ہے کہ ایسی سعی مشکور و محنت دراز و دور کون کسی کے لئے کرتا ہے ہر ایک اپنی جیب و گریبان کو کھلائے مقصود سے بھرتا ہے یہ آپ ہی کا کام ہے اس کا نام رابطۂ خاص اور اخلاق عام جب طالبان زبان اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں گے تو دلی کا روزمرّہ اُردو اور محاورہ گفتگو گھر بیٹھے سیکھ جائیں گے بارک اللہ کیا بیساختہ عبارت ہے کہ نثر میں نظم کا مزہ آتا ہے اور ہر جملہ فقرہ معشوق کو شرماتا ہے مگر افسوس اہل مشرق کی جگت بندی نے بگاڑا کہ دلی سے زیادہ اُس کی زبان کو اجاڑا اب کس کس کو سمجھائیے کافی دل و دماغ کہاں سوائے ازیں اُن کو فہم ہم کو فراغ کہاں شعر

ہائے دہلی کو ہے دشوار بیاں دہلی — لٹ گئی ساتھ ہی دہلی کے زبانِ دہلی

اللہ بس مابقا ہوس ۔

## تمت بالخیر

| | |
|---|---|
| ... غالب | ۶ر |
| دیوان غالب شرح سہا | عہ۸ر |
| " " حسرت | عہ |
| " " طباطبائی | عہ۸ر |
| " " آسی | عہ۸ر |
| " " بیخود دہلوی | سے |
| دیوان غالب مطبوعہ جرمن | للعہ |
| " مرتبہ سر عبد القادر | عہ۸ر |
| " نسخہ حمیدیہ | صہ |
| دیوان غالب مرقع چغتائی | سعہ |
| اردوئے معلّٰے غالب | عہ |

ناشر
شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور